(۱۱) زراعت اور اس کی ضرورتیں

۱۔ تم نے زراعت کا بیان اب اتنا پڑھ لیا ہے کہ تم سمجھ سکتے ہو کہ کیا کیا شرائط کسی جنس (مثلاً گیہوں) کی پیداوار کے لئے ضروری ہیں۔ ایک تو مناسب زمین کا ہونا جس میں پودے کی کھاد کے سب اجزا موجود ہوں۔ چنانچہ ان صوبجات کی معمولی سُرخی مائل دومٹ زمین اس مطلب کے لئے کافی ہے۔ دوسرے زمین کو کما بنا کر تخم ریزی کے لئے خوب تیار کرنا تاکہ مٹی نم، مہین، پولی اور صاف ہو جائے۔ اگر نمی جاتی رہے تو بیج نہ جمے گا۔ مٹی اور پولی نہ ہو تو بُرا جمے گا۔ کیوں کہ پودوں کی جڑیں غذا کی تلاش میں زمین کے اندر دور تک نہ جا سکیں گی۔ نہ سب طرف پھیل سکیں گی۔ اگر کھیت صاف نہ ہوگا تو جو کھاد زمین میں قدرتی یا تمہاری دی ہوئی موجود ہے۔ اس کو گھاسیں کھا لیں گی اور تمہارے بوئے ہوئے پودوں کو پورا فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

۲۔ اعلیٰ قسم کی اجناس کا بیج اچھے سے اچھا ہونا چاہیئے یعنی گداز بے عیب اور نیا ہو۔ بوائی بھی باقاعدہ کرنی چاہیئے۔ مناسب گہرائی میں بیج ڈالو۔ نہ بہت گھنا ہو نہ بہت چھدرا۔ اگر زور دار زمین پر گھنا بوؤ گے۔ تو پودے ایک دوسرے کو دبالیں گے۔ پتلے اور کمزور پڑ جائیں گے پھر یا تو اپنے بوجھ سے آپ گر پڑیں گے یا ہوا کے جھونکوں سے لیٹ جائیں گے۔

۳۔ بوئی ہوئی فصل کی ایک یا دو نکائیاں ہونی چاہئیں کئی برس

ہم کو کیوں کر مل سکتا ہے ؟
۳ ۔ اب یہ بتا دیجئے کہ اچّ ے
ہے کہ جب تمہارے کھیتوں کی فصل تیار
اِس کی تدبیر
ہو ۔ تو اچھی حا بالیاں چن کر آیندہ بونے کے لئے رکھ لو ۔
ر وقت اس میں سے عمدہ بیج چھانٹ کر بو دو ۔
بونے
ب پھر فصل تیار ہو تو جو بالیاں سب سے پہلے پکّی ہوں ،
بونے کے لئے چُن لو ۔
سب سے زیادہ بڑی اور بھری ہوں ۔
اس طور پر ہر سال تم کو عمدہ بیج مِلتا جائے گا ۔ اور پیداوار میں
ترقی ہوتی جائے گی ۔

یہ بھی یاد رکھو کہ اچھی زوردار زمینوں میں کم اور کمزور زمینوں
میں زیادہ بیج پڑتا ہے ۔ اگر بیج چُنا ، چھنٹا ہوا ہو تو اور بھی کم
مقدار میں کافی ہوگا ۔ اور پیداوار زیادہ اور اچھّی ہوگی ۔

۴ ۔ کھیت میں بیج اس واسطے بوتے ہیں کہ پودا پیدا ہو اور
بڑھے ۔ پھولے پھلے اور پروان چڑھے ۔ مگر ہر جنس کے پودے
کو بڑھنے اور پھیلنے کے لئے جگہ چاہیئے ۔ بوتے وقت جگہ کا لحاظ
کر لینا بھی مقدّم ہے ۔ بیج ایک دوسرے سے اتنے فاصلے پر بونا
لازم ہے کہ ہر پودے کو بڑھنے اور پھیلنے کے لئے کافی جگہ مل سکے ۔ پودے اگر پاس
پاس ہونگے ۔ تو ایک دوسرے کو دبالے گا اور ان کی باڑھ ماری جائے گی نتیجہ یہ کہ
پیداوار میں کمی پڑے گی

نوٹ ۔ زراعت کیلئے بیج نہایت ضروری چیز ہے ۔ اہل زراعت کو بیج حاصل کرنے میں پوری توجہ اور
کوشش کرنی چاہیئے ۔ بیج کا بدلنا بھی ضروری بات ہے ۔ ہر دوسرے تیسرے یا چوتھے برس پھر نیا بیج بونا بہتر
ہے ۔ ٹپار زمینوں کی پیداوار کا بیج دومٹ اور رہلوار س زمینوں میں اور دومٹ زمینوں کا بیج ٹپار میں بونے سے پیداوار میں بہت
ترقی ہوتی ہے ۔

مفید ہے۔

۵۔ کھاد وہی قیمتی اور عمدہ ہے جس میں نیٹروجن یعنی شورہ کا جزو ہو، نباتی کھادوں میں تو کھلیان حیوانی میں سب قسم کی چیزیں اور معدنی میں شورہ بہتر کھادیں ہیں۔

(۱۰) بیج اور اس کی بوائی

۱۔ بتاؤ بیج کیا چیز ہے؟

بیج پودے کا انڈا ہے۔ جو پھلوں کے اندر ہوتا ہے پختہ بیج بونے سے پھر وہی پودا ہو جاتا ہے۔ جس کا بیج ہے۔ جو بھلائی برائی بیج میں ہوتی ہے۔ وہی اس کے پودے کی پیداوار میں ہوتی ہے۔

۲۔ یہ بتاؤ آنکھ یا اکھوا کس کو کہتے ہیں؟

اکھوا بیج کا وہ حصّہ ہے جو بڑھ کر پودا بنتا ہے۔ اکھوے میں آیندہ پودے کی جڑ، تنہ اور پتیاں موجود ہوتی ہیں۔ بیج میں جب تک اکھوا زندہ ہے۔ وہ بونے سے جمے گا۔ مگر اکھوا مر جائے تو بیج بونے کے لائق نہیں رہتا۔ بہت دنوں تک ہوا اور سیل میں رہے یا کیڑا لگ جائے تو بیج کا اکھوا خراب ہو جاتا ہے۔ بیج ہمیشہ اچھے سے اچھا چُن چھانٹ کر بونا چاہیئے۔ تاکہ سب بیج جمیں۔ پودے قوی تندرست اُگیں پیداوار عمدہ ہو۔

۳ ۔ سب نباتی اور حیوانی کھادیں جیسے پودے ، پتیاں ، تیل کی کھلیاں ، مردہ جانور اور ان کے بال ، کھال ، ہڈیاں ، خون ، گوشت ، سینگ ، کھر اور اُن کے فضلے یعنی گوبر ، پیشاب ، لید مینگنی ، چڑیوں کی بیٹ وغیرہ عام کھادیں ہیں جو سب طرح کی زمینوں کے لئے اور سب قسم کے پودوں کے واسطے مفید ہیں ۔

۴ ۔ جس کھاد میں ایک یا دو تین چیزیں پودے کی غذا کی ہوتی ہیں ۔ اس کو خاص کھاد کہتے ہیں ۔ مثلاً چونا کہ ایک ہی چیز ہے یا شورہ جس میں دو چیزیں شامل ہیں ۔ کھاد اور شورہ ۔ یہ خاص کھادیں ہیں ۔ خاص کھادیں خاص قسم کی زمین یا خاص قسم کی جنس کے واسطے مفید ہوتی ہیں ۔ مثلاً تر زمینوں اور پھلی دار اجناس کے لئے خاص کر فائدہ مند ہے ۔ شورہ میٹار زمینوں اور گیہوں وغیرہ کے لئے

نوٹ ۱۔ کھاد قدرتی طور پر زمین میں موجود ہوتی ہے یا کسان کو بہم پہنچانی پڑتی ہے ۔ اگر کھاد نہ ہو تو زمین اُوسر اور ناقابل زراعت ہے کھاد پر نہ صرف پودے کی زندگی کا دارومدار ہے ۔ بلکہ پیداوار کی عمدگی بھی اسی پر منحصر ہے ۔ قدرتی طور پر اتنی کھاد کہ مزروعہ پودوں کی ضرورت کے موافق ہو شاذ و نادر ہوتی ہے ۔
انسان ضرورت کو بھی جان سکتا ہے اور ضرورت کے موافق کھاد بھی بنا سکتا ہے ۔
مگر جو کسان پہلے کھاد کی تدبیر نہیں کر لیتا اور کھیت جوت کر بیج بو دیتا ہے وہ اس شخص کی مانند ہے جو مہمان تو بلائے اور اس کے کھانے کی فکر نہ کرے ۔
اس کے مہمانوں کا انجام بجز اس کے اور کیا ہوگا کہ بھوکے مریں ۔

اس کو کوئلن (کاربن) کہتے ہیں وہ جلنے کے وقت دھواں بن کر ہوا میں جا ملتی ہے۔ دوسری کثیف غذا جو زمین میں ہوتی ہے۔ اس کو پودا اپنی جڑوں کے ذریعے سے پانی کے ساتھ لیتا ہے۔ اور وہ سفید خاک کی صورت میں پودے کی راکھ کے اندر پائی جاتی ہے۔

۲۔ اب ہم کو یہ بتا دیجئے کہ پودے کی غذا جو زمین میں پائی جاتی ہے۔ اس میں کیا کیا چیزیں شامل ہیں؟ اور وہ کہاں ملتی ہیں؟

پودے کی غذا میں یہ چھ چیزیں نہایت ضروری ہیں۔

۱۔ کھاد جو راکھ میں زیادہ ہوتا ہے۔

۲۔ چونا جو کنکر میں زیادہ ہوتا ہے۔

۳۔ شورہ جو لونا مٹی میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ شورے میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک تو کھار جو راکھ میں ہوتا ہے۔ دوسری ایک لطیف چیز ہے۔ جو شورے کو آگ پر رکھنے سے ہوا میں جا ملتی ہے۔ اس کو شورن (نیٹروجن) کہتے ہیں یہ ہی چیز پودے کی غذا میں سب سے زیادہ اور قیمتی ہے۔

۴۔ لوہا جو زنگ کی صورت میں ہوتا ہے۔

۵۔ گندھک جو چونے وغیرہ کے ساتھ ملی ہوتی ہے۔

۶۔ وہ چیز جو دیا سلائی کے مصالحہ میں ہوتی ہے۔ اور اندھیرے میں چمکتی نظر آتی ہے۔ اس کو آگیا (فاسفورس) کہتے ہیں۔

یاد رکھو! یہ سب چیزیں جس کھاد میں ہوتی ہیں اس کو تام کھاد بولتے ہیں۔

دوسری بھوڑ جن کو اودھ میں بنگرہا بھی کہتے ہیں - قد میانہ رواں کھڑا، دُم اونچی عادت کے شریر مگر مضبوط اور زراعت کے لئے بہت کارآمد -

۵ - بہرائچ - صوبۂ اودھ میں رسیا نسل کے بیل زراعت کے واسطے بہت اچھے ہیں - قد کے چھوٹے مزاج کے بہت جھلّے ہوتے ہیں -

(۹) کھاد اور اس کی قسمیں

ا - تم نے پڑھا ہے - پودے کی بھی جان ہے - اس کی زندگی کھانے پر منحصر ہے - اس کی غذا کو کھاد یا کھات کہتے ہیں - اب بتاؤ پودے کی غذا کئے قسم کی ہوتی ہے ؟ وہ پودے کو کہاں سے ملتی ہے ؟ اس کو پودا کیوں کر لیتا ہے ؟ اس کے کیا نام ہیں ؟

پودے کی غذا دو طرح کی ہوتی ہے - ایک لطیف غذا جو ہوا میں ہوتی ہے - اس کو پودا اپنی پتیوں کے نا معلوم سوراخوں سے لیتا ہے اور وہ پودے کے اندر کوئلے کی صورت میں پائی جاتی ہے

نوٹ :- ہل کے بیل وہ بیل ہیں جو ہل میں خوب چلتے ہیں - سب بیل ہل کے لائق نہیں ہوتے - بعض نسلیں مثلاً میوات کے بیل بہلی اور رتھوں کے واسطے نہایت موزوں ہیں - ہل کے لئے وہ بیل عمدہ ہوتے ہیں جو بدن کے گٹھیلے اور مضبوط ہوں - سینہ چوڑا کاندھے سخت تلمیاں سیدھی موٹی اور گٹھی ہوئی مزاج جھلا ہو مگر وحشت نہ ہو -

۱ ۔ میوات صوبۂ پنجاب میں ہے ۔ وہاں کی نسل ہمارے دیس میں حصار و ہریانہ کے نام سے مشہور ہے ۔ بیل خوب صورت جفا کش مگر سست رفتار، قد بلند ڈیل بھاری ماتھا اونچا اور آنکھیں ان کی بادامی ہوتی ہیں ۔

۲ ۔ کوسی ضلع متھرا ۔ یہاں کی نسل میوات کے سانڈوں سے پیدا ہوتی ہے ۔ صورت شکل میں تو بیل ویسا ہی ہوتا ہے مگر قد کا چھوٹا ۔

۳ ۔ کنوریا بیل ۔ یہ نسل دریائے کین کے کنارے باندہ سے
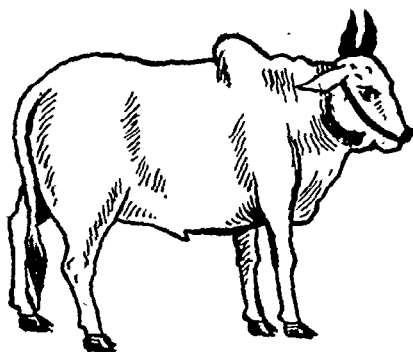
ہمیر پور تک پائی جاتی ہے ۔ رنگ لال، قد میانہ، زراعت کے لئے بہت مناسب ہے لہ

۴ ۔ کھیری صوبۂ اودھ کی دو نسلیں مشہور ہیں ۔
ایک تو ہر بیلوں کی جن کی دم سفید اور بدن چتکبرا، مزاج کے چھلبلے اور مرکھنے ہوتے ہیں ۔

کے مارے ہار نہ جائیں۔ ان کو دو ڈھائی پیسہ بھر کے حساب سے نمک دیتے رہو۔ تاکہ خوراک ہضم ہو اور پیٹ صاف رہے۔ اچھا اور صاف ستھرا پانی پلاؤ تاکہ بیمار نہ ہوں۔ اس طرح غور و پرداخت کرو گے تو وہ ہمیشہ تندرست اور مضبوط رہیں گے اور خاطر خواہ کام دیں گے۔

(۸) ہل کے بیل اور ان کی نسلیں

۱۔ اب یہ بتا دیجیے کہ اچھی نسل کی گائیں اور بیل کہاں ہوتے ہیں؟ ان کے نام اور ان کی پہچان کیا ہے؟

جن مقامات میں گھنے جنگلوں کی وجہ سے سایہ ہوتا ہے اور گرمیوں میں بھی ٹھنڈک رہتی ہے۔ عمدہ چارہ اور صاف پانی بھی بکثرت ملتا ہے، وہاں کی گائیں قوی دو دھارا اور بیل توانا تنومند ہوتے ہیں۔ لیکن کھلے میدانوں میں جہاں سایہ کم اور چارے، پانی کی قلت ہو، گرمیوں میں دھوپ کی تپش ہو وہاں نہ تو گائیں موٹی تازی اور دو دھار ہوتی ہیں نہ بیل ٹانٹے اور مضبوط۔

۲۔ ممالک[1] مغربی، شمالی اور اودھ میں جو نسلیں بیل کی نامی ہیں وہ یہ ہیں۔

---

[1] یہ ترتیب [illegible] ہے۔

اچھّے بیل وہ ہوتے ہیں جو نسل و قوم کے اچھّے ہوں اور ان کی کھلائی پلائی محنت کی مناسبت سے ہو اور پرورش توجہ کے ساتھ کی جائے۔

۴۔ اچھے بیل ہم کو کیوں کر مل سکتے ہیں؟ کس طرح ان کو رکھیں کہ وہ تندرست اور طاقتور ہیں؟

اچھّے بیل اس طرح مل سکتے ہیں کہ اچھّی ذات کی گائیں پالو۔ ان کے بچّوں کو ابتدا ہی سے اچھی طرح کھلاؤ پلاؤ اور ہلاؤ۔ تاکہ وہ جوان ہوکر تمہاری مرضی کے موافق زراعت کا کام دیں۔

۵۔ اپنے جانوروں کے رہنے کو سایہ دار اور ہوا دار مکان بناؤ تاکہ وہ جاڑے میں پالے سے گرمی میں لُو سے برسات میں بھیگنے سے بچیں۔ ان کے رہنے کی جگہ درخت لگاؤ تاکہ دھوپ سے بچیں۔ انکے واسطے چارہ بوؤ تاکہ ہمیشہ ہرا چارہ پائیں ان کو دانہ یا کھلی کھلاؤ تاکہ محنت

نوٹ:۔ بیل اور بھینسے کے علاوہ ہندوستان میں اور جانوروں سے بھی زراعت کے کام لئے جاتے ہیں۔ میرٹھ کے قریب بابو گڈھ میں جہاں سرکاری گھوڑوں کا اسٹینڈ ہے زراعت کے سب کاروبار گھوڑے اور خچر بھی کرتے ہیں۔ بیکانیر میں اونٹ کام دیتا ہے۔ کہیں کہیں بھینس اور شاذ و نادر گائیں بھی ہل میں لگائی جاتی ہیں۔ لیکن ہمارے دیس میں زیادہ تر بیل ہی کام دیتا ہے۔ اس لئے اچھّی ذات کے بیل پیدا کرنا اور بچپن ہی سے ان کی پرورش عمدہ طریقے سے کرنا ہمارا فرض ہے۔

کھیت کی مٹی نرم، گہری اور نم ہو، گھاس پات سے صاف ہو۔
کیا سب قسم کے بیجوں کے واسطے ایسے ہی کھیت تیار کرنے چاہیئے؟
بے شک کھیت ایسے ہی ہونے چاہئیں۔ ہاں اتنا فرق ہے کہ جن پودوں کے بیج مہین اور نازک اور جڑیں چھتہ کی قسم کی ہوتی ہیں ان پودوں کے واسطے کھیت کی مٹی نم صاف اور گہری ہونی چاہیئے۔ گو بہت مہین نہ ہو۔

(۷) زراعت کے مویشی

۱۔ تم پڑھ چکے ہو کہ بارکش جانور جیسے گائے۔ بیل۔ بھینس۔ بھینسا مویشی کہلاتے ہیں۔ یہ بتاؤ ہمارے ملک میں کن جانوروں سے زراعت کے کام لیتے ہیں؟
ہمارے دیس میں بیشتر بیل سے کہیں کہیں بھینسے سے بھی زراعت کے کام لیتے ہیں۔

۲۔ اچھا یہ بتاؤ کیا کیا کام زراعت کا بیل کرتا ہے؟
بیل ہل چلاتا ہے جس سے کھیت کی جوتائی ہوتی ہے۔ سراون چلاتا ہے۔ جس سے کھیت کی میائی ہوتی ہے۔ کوئیں پر لگاتے ہیں۔ جس سے کھیت کی سینچائی ہوتی ہے۔ ہمارے کھیتوں کی لانک ماڑتا یا گاہتا ہے اسی طرح اور بھی کام زراعت کے کرتا ہے۔

۳۔ یاد رکھو! بیلوں کی عمدگی پر کھیتوں کی پیداوار کی عمدگی موقوف ہے۔ اگر بیل اچھے ہوں گے تو کھیت کی جوتائی بھی اچھی ہوگی۔ پھر اچھے جتے ہوئے کھیت میں جو جنس بوئی جائے گی اس کی پیداوار اچھی ہوگی۔

۳ - ہل کی مٹھیا ہاتھ میں پکڑلی اور ہل کو نوک کے بل زمین پر کھڑا کیا بیلوں کو سیدھا ہانکا - بیلوں کے زور لگانے سے ہل کی پھار زمین
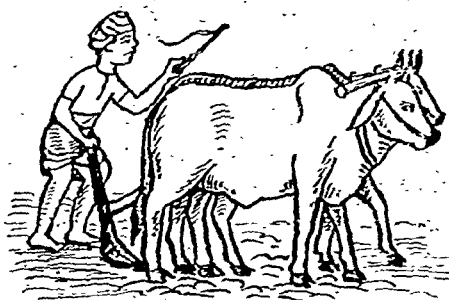
میں دھنسے گی اور ان کے چلنے سے زمین کو پھاڑتی اور مٹی کو توڑتی آگے بڑھے گی۔ اس طرح کھیت میں چھ انگل گہری اور آٹھ انگل چوڑی کونڑ بن جائے گی۔ سارے کھیت میں کونڑیں بنا لینے سے جوتائی پوری ہو جائے گی۔ کئی بار آڑا اور کھڑا جوتنے سے کھیت بیج بونے کے لئے تیار ہو جائے گا۔

۴ کھیت کیوں جوتتے ہیں اور جوتائی کیسی ہونی چاہیے؟

کھیت اس لئے جوتتے ہیں کہ کھیت کی مٹی اکھڑ کر لوٹ جائے تاکہ ہوا اور دھوپ کا اثر اس پر ہو۔ اور وہ پھول کر رس پر آجائے۔

کھیت کی جوتائی ایسی ہونی چاہیئے کہ سارے کھیت کی مٹی آٹھ انگل سے زیادہ گہری اور یکساں اکھڑے۔

۵ - بیج بونے کے واسطے کھیت کیسا ہونا چاہیئے؟

نوٹ :- زراعت کا اصل کام جوتائی ہے تاکہ کھیت کی مٹی چھین اور ملائم ہو جائے۔ گیہوں کے واسطے دیسی ہل سے بارہ بلکہ پندرہ بار کھیت جوتا جاتا ہے۔ ترقی دادہ دیسی ہل سے چار و پانچ بار اور پردیسی ہل سے تین چار بار جوتنے سے کھیت ایسا عمدہ تیار ہو جاتا ہے کہ دیسی ہل سے اتنا گہرا اور باریک ہونا ممکن نہیں۔

ترقی دادہ ہل کے لئے چاہئے۔ اس کی آزمائش یوں ہو سکتی ہے کہ ان دونوں ہلوں کی ہرلسیوں میں ہاتھ بھر کی ایک ایک رسی باندھ دو اور بجائے بیلوں کے آدمیوں سے کھنچوا کر کھیت جوتو۔ اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ جتنا زور آدمیوں کو دیسی ہل کے کھینچنے میں کرنا پڑے گا تقریباً اسی قدر زور ترقی دادہ ہل کو کھینچنے کو چاہیئے۔ مگر ترقی دادہ ہل اس سے دُگنا بلکہ تگنا کام دے گا۔ ل؎

جوتائی اور میائی

۱۔ جوتائی کس کو کہتے ہیں؟

۔ کھیت کی جمی ہوئی مٹی کو ہل چلا کر اکھیڑ دینا جوتائی ہے۔

۲۔ ہل سے کیونکر جوتائی کرتے ہیں؟

دو بیلوں کے کندھے پر ماچی رکھی اور ماچی میں دو یا تین پھیر رسی کے ڈال کر لچھا بنایا۔ پھر اس رسی میں سے ہرلبس کا سرا ہرنی سمیت اس پار نکال دیا تو ہل بیلوں کی جوت کے ساتھ اٹک جائے گا۔

نوٹ ل؎ ہل جوتائی کا آلہ ہے جو زمین پر گھسٹا جاتا ہے۔ اس کی نوک زمین میں دھنستی ہے جس سے مٹی اکھڑتی ہے۔ ہل وہی عمدہ ہے جس سے اکھڑی ہوئی مٹی پلٹ کر ہوا اور دھوپ میں آجائے ترقی دادہ ہل کے استعمال سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ صرف کی، محنت کی اور وقت کی بچت ہوتی ہے۔ دیسی ہل سے جو کام تین دن میں ہوتا ہے۔ وہ ترقی دادہ ہل سے ایکدن میں ہوتا ہے اور کھیت کی قوت پیداوار بھی بڑھتی ہے۔ دیسی ہل کو دبانا اور سیدھا رکھنا پڑتا ہے مگر ترقی دادہ ہل کو نہ دبانے کی ضرورت نہ سیدھا رکھنے کی حاجت فقط سہارا دینا کافی ہے۔ وہ خود سیدھا چلتا ہے۔ جوتنے والے کو کچھ بھی تکلیف نہیں ہوتی ❖
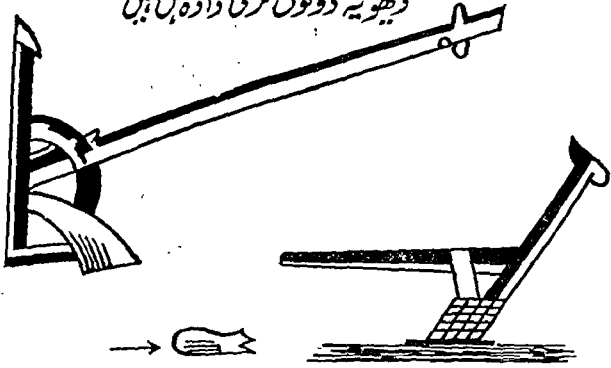
۳ ۔ اب یہ فرمایئے کہ ان میں سے کونسا ہل اچھا ہے ؟ دیسی یا ترقی دادہ؟
ان سب میں ترقی دادہ ہل اچھا ہے ۔

ترقی دادہ ہل میں خوبیاں کیا ہیں ؟ ترقی دادہ ہل آٹھ انگل سے
بھی زیادہ گہری اور ایک بالشت چوڑی کونڑ بناتا ہے جس کی گہرائی یکساں
ہوتی اور مٹی ٹوٹ کر ایک طرف گر جاتی ہے ۔ دیسی ہل کی کونڑ چار چھ انگل
گہری اوپر سے آٹھ انگل چوڑی اور نیچے سے پتلی ہوتی ہے ۔ مٹی ٹوٹ کر آدھی
اِدھر ۔ آدھی اُدھر اسی کونڑ میں گر جاتی ہے ۔ سخت زمینوں کی جوتائی ترقی دادہ
ہل سے بہ آسانی ہوتی ہے ۔ جوار ۔ مکئی ۔ ارہر اور تل کی ٹھونٹیاں بخوبی اکھڑ جاتی
ہیں ۔ دیسی ہل ان کو نہیں اکھیڑ سکتا ۔ ترقی دادہ ہل کی ایک جوتائی دیسی ہل
کی تین جوتائیوں کے برابر ہوتی ہے ۔ کیونکہ اسکی کونڑ چوڑی اور یکساں بنتی ہے ۔

۴ ۔ دیسی ہل کو تو دو بیل کھینچتے ہیں ۔ ترقی دادہ ہل کے کھینچنے کو کتنے
بیل چاہیئے ہوں گے ؟ ترقی دادہ ہل کو اچھے دو بیل کھینچ سکتے ہیں ۔ بیلوں کو
جتنا زور دیسی ہل کے کھینچنے میں کرنا پڑتا ہے ۔ اس سے کسی قدر زیادہ

کی خوراک کی سب چیزیں ہوتی ہیں۔ پودے کی غذا (کھاد) درحقیقت یہ ہی چیز ہے۔ یہ سب چیزیں علیحدہ علیحدہ اپنی اصلی حالت میں زراعت کے لئے محض بے کار ہیں مگر جب آٹھوں آپس میں اچھی طرح مل جاتی ہیں۔ تو وہ مٹی بنتی ہے جس کو کھتار یا مزروعہ مٹی کہتے ہیں کیونکہ اس مٹی میں جملہ اقسام نباتات کے پرورش کرنے کی قوت ہوتی ہے۔ جن مٹیوں کے اندر ان آٹھ میں سے ایک چیز بھی بہت کم یا بہت زیادہ ہو تو اسے اوسر کہتے ہیں۔

(۵) ہل اور اس کی قسمیں

۱۔ بتاؤ ہل کیا چیز ہے؟ ہل جوتنے اور بونے کا آلہ ہے۔ ہلوں کی قسمیں، ان کے نام اور ان کی پہچان بھی بتا دیجئے؟ ہل دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو ہمارے دیس کے ہیں۔ ان کو دیسی ہل کہتے ہیں یہ ہل لکڑی کے ہوتے ہیں۔ صرف پھار لوہے کی ہوتی ہے۔

دیکھو یہ دیسی ہل ہے

۲۔ دوسری قسم کے ہل وہ ہیں جو اور دیس کے ہل دیکھ کر اب بنائے گئے ہیں۔ یہ ہل لوہے کے ہوتے ہیں۔ ان میں ایک پرزہ زیادہ ہوتا ہے جس کو سینہ کہتے ہیں۔ یہ ترقی دادہ ہل کہلاتے ہیں ۔

صرف مٹی کہتے ہیں۔ باقی جمی ہوئی مٹی جو ہل کے نیچے رہتی ہے اسکو زیرین مٹی یا نیچے کی مٹی بولتے ہیں۔

۲۔ اب یہ بتایئے کہ مٹی میں کیا کیا چیزیں ہوتی ہیں۔ اچھی مٹیاں جو زور دار کہلاتی ہیں ان میں بہت سی چیزیں شامل ہوتی ہیں مگر ہم کو صرف ان چیزوں کا نام بتاتے ہیں جو بہت ضروری ہیں۔

بالو۔ جو دریاؤں کے کنارے زیادہ ہوتی ہے **چکنی** جس سے مکان پوتتے ہیں۔ **چونا** جس سے پختہ مکان بنائے جاتے ہیں۔ **کھار** جو راکھ میں زیادہ ہوتا ہے۔ **شورہ** جو لُونا مٹی میں بہت ہوتا ہے۔ **لوہا** جو زنگ یا مورچہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ **اگیا** وہ چیز ہے جو دیا سلائی میں چمکا کرتی ہے۔ یہ ہڈیوں میں زیادہ ملتی ہے۔ الغرض یہ ساتوں چیزیں پودے کی غذا کے لئے ضروری جزو ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی کسی زمین میں نہ ہو تو اس پر پودا یا تو پیدا ہی نہ ہوگا اور جو پیدا ہو بھی گیا تو پھول پھل نہ لائے گا۔

۳۔ مٹیوں میں سیاہ رنگ کی ایک چیز اور ہوتی ہے جو نباتات، حیوانات اور ان کے فضلوں کے سڑنے سے بنتی ہے۔ اس میں پودوں

نوٹ:۔ ہمارے ملک کے لئے وہی زمینیں اچھی ہیں۔ جن کی مٹیاں نہ تو بہت چکنی اور سخت ہوں کہ ان کے کمانے اور تیار کرنے کے لئے محنت اور صرف زیادہ چاہیئے۔ نہ ایسی بھُربھُری ہوں کہ ان میں پانی اور کھاد نہ ٹھہرے اور بار بار دینے کی ضرورت ہو۔ بلکہ وہ ایسی ہوں کہ زیادہ پانی جذب کریں اور زیادہ دنوں تک اس کو روکے رہیں۔ یہ وصف ان ہی مٹیوں میں ہوتا ہے جن میں کھاد خوب ہو اور جن کی بالائی اور زیرین دونوں مٹیاں اچھی ہوں۔

ریزہ ہوتے ہیں۔ پانی جب پتھر میں جذب ہوتا ہے تو اس کے اوپری حصّے کو پھلا کر نرم کردیتا اور اس کے بعض اجزا کو مثل شکر یا نمک کے گھول گھال کر اپنے ساتھ بہالے جاتا ہے۔ پانی جس وقت چٹانوں کی دراروں میں سردی پاکر برف بنتا ہے تو پھیلتا ہے اس کا پھیلنا چٹان کو توڑ ڈالتا ہے۔

۴۔ ہوا کی رگڑ اور ان چیزوں کے اثر سے جو ہوا میں شامل ہیں پتھر گھستے اور مٹیاں مہین ہوتی ہیں۔ کیڑے مکوڑے بھی پتھروں کی فرسودگی کا باعث ہیں۔ کیونکہ یہ پتھروں کے اکثر اجزا کھاتے اور اپنے رہنے کو بل بناتے ہیں ان بلوں کی وجہ سے ہوا اور پانی کو پتھروں میں داخل ہونے کا راستہ مل جاتا ہے۔ درختوں کی جڑیں بھی پتھروں میں پھیل کر ان کو توڑتی پھوڑتی ہیں۔

۵۔ ان ہی قدرتی قوتوں کی تاثیرات سے پہاڑوں کی چٹانیں سنگین عمارتیں۔ اینٹ اور چونے کی پختہ دیواریں پرانی ہوتی اور گرتی رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ ان پر گھاس جمتی اور درخت پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان کی پیدائش اور بھی ان کی بربادی کا سبب ہوتی ہے۔ اسی طرح مٹیاں حرارت ہوا اور پانی کے اثر سے ٹوٹتی پھوٹتی اور ملائم ہوکر رس پر آتی ہیں۔

(۴) زمین اور اس کی قسمیں

۱۔ تم پڑھ چکے ہو کہ پتھر پرانے ہوتے اور گھس گھسا کر مٹی بن جاتے ہیں۔ اتنا اور یاد رکھو کہ یہ مٹی یا تو اسی مقام پر رہتی ہے جہاں وہ بنی ہے یا پانی اس کو اونچے مقامات سے نشیب میں بہالاتا ہے اور وہاں تہ بہ تہ جمع ہوتی رہتی ہے۔ سب سے اوپر والی تہ جس قدر بونے کے لئے ہل سے توڑ کر ہوا اور دھوپ میں لائی جاتی ہے۔ اس کو بالائی مٹی یا

(۴) زمین اور اس کی اصلیت

۱۔ یہ تو تم نے پڑھا ہے کہ زمین مٹی سے بنی ہے اور مٹی پرانے اور گھسے ہوئے پتھروں کی خاک ہے۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ پتھر جیسی سخت چیز کیوں کر ٹوٹتی گھستی اور ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔

۲۔ پتھر حرارت پانی اور ہوا کی قوتوں سے جن کو قدرتی قوتیں کہتے ہیں۔ ٹوٹتے گھستے اور خاک ہوتے ہیں۔ حرارت سے جب پتھر گرم ہو اور یکایک اس کو سردی پہنچ جائے تو فوراً پاش پاش ہو جاتا ہے۔ تم پتھر کو خوب تپا کر اس پر پانی ڈال دو پھر دیکھو کیسا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب تیز دھوپ سے چٹانیں گرم ہوتی ہیں اور ان پر پانی برس پڑتا ہے یا دن بھر تو تپیں کڑی دھوپ میں اور رات کو لگے ٹھنڈک تو وہ ٹوٹ جاتی ہیں غرض ایسے ہی پے درپے تغیرات ان کے پرخچے اڑا دیتے ہیں۔

۳۔ پانی جب پہاڑوں، چٹانوں یا پتھروں پر بہتا ہے۔ تو اس کی رگڑ سے پتھر گھستے اور کٹتے ہیں اور پانی کی رَو میں ٹکرا کر ٹوٹتے اور ریزہ

نوٹ:۔ حرارت ہوا اور پانی بھی زراعت کیلئے بہت ضروری چیزیں ہیں ان قدرتی قوتوں سے صرف یہی فائدہ نہیں کہ پتھر فرسودہ ہوتے ہیں۔ بلکہ زمینوں میں قوتِ پیداوار بھی انہیں کے اثر سے آتی ہے کھیت کی مٹی اکھڑ ٹوٹ کر جس قدر زیادہ ہوا اور دھوپ میں رہے گی اسی قدر اس میں قوت پیداوار زیادہ ہوگی۔ جوتائی کا اصل منشا یہی ہے کہ کھیت کی جمی ہوئی مٹی کو جس میں ہوا اور گرمی کا گزر نہیں ہو سکتا۔ توڑ پھوڑ کر ہوا اور دھوپ میں لائیں۔

عمدہ کھاد ہے۔

۴۔ سرد خطوں میں زراعت کرنے والے ریشم کے کیڑے بھی پالتے اور ان سے ریشم پیدا کرتے ہیں۔ بعض ممالک کے اہل زراعت تالابوں میں مچھلیاں پالتے اور ان کی نسل بڑھاتے ہیں۔ علاوہ بریں شہد کی مکھیاں پالنا اور شہد پیدا کرنا، پھلواریاں لگانا، پھولدار اور سایہ دار درخت بونا بھی اہل زراعت کے کام ہیں

۵۔ یہ بتایئے زراعت کرنے والا کون کون سے چارے اپنے جانوروں کے لئے بوئے۔

سب سے بہتر چارہ جوار ہے جس کی کڑبی جانور رغبت سے کھاتے ہیں۔ ایک دفعہ بیج بو کر چار بار چارہ کاٹ سکتے ہیں گوار بھی عمدہ چارہ ہے جس کو ہر فصل میں بو سکتے ہیں۔ دوب گھاس بھی کھیتوں میں بونی چاہیئے۔ اور بھی چند قسم کے چارے ہیں جن کو زراعت کرنے والا بو سکتا ہے۔ ان کے سوا جوار، ہر۔ چنا۔ مٹر اور گیہوں کا بھوسہ جوار اور مکا کی ہری کڑبی۔ کپاس کا بنولہ۔ تاہن کی پھلیاں۔ جانوروں کے لیئے بہت عمدہ غذائیں ہیں۔ غرض زراعت کرنے والے کو فائدہ اسی صورت میں ہوتا ہے کہ اپنی پیداوار کی کڑبی اور بھوسہ کو بیچ نہ ڈالے بلکہ اپنے جانوروں کو کھلائے اور ان کے دودھ سے۔ اون سے۔ بچھڑوں سے گوبر سے سب سے فائدہ اٹھائے۔

نوٹ زراعت کرنے والے کو وہ اجناس بونا چاہئیں جن کی زیادہ مانگ ہو اور گراں قیمت سے بکیں۔ جانوروں کا پالنا اور ان کی پیداوار سے فائدہ اٹھانا یہ بھی زراعت کرنے والے کا خاص کام ہے صرف زمین جوت کر اور بیج بو کر بہت سا غلہ پیدا کر لینا ہی اسکا کام نہیں اور نہ اس طرح اسکو زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے۔ زراعت کیلئے روپیہ بھی چاہیے۔ مگر سب سے زیادہ محنت توجہ اور سمجھ کی ضرورت ہے تاکہ کم صرف میں زیادہ سے زیادہ آمدنی ہو۔

(۲) زراعت کے کام اور ان کے فائدے

۱ ۔ اب یہ بتایئے کہ زراعت کرنے والے کو کیا کیا کام کرنے چاہئیں جن سے اس کو فائدہ ہو؟

اوّل تو زراعت کرنے والے کو علم زراعت حاصل کرنا واجب ہے تاکہ جو کام کرے سمجھ کر کرے۔ پھر ہر کام کو ہاتھ سے کرکے سیکھے تاکہ بخوبی سمجھ میں آجائے اور ایسی اجناس پیدا کرے جو اچھی سے اچھی قیمت پر بکیں۔ اور زیادہ سے زیادہ نفع اس کو حاصل ہو۔

۲ ۔ اہل زراعت کو ایسے جانور بھی پالنے چاہئیں جن کی فروخت سے منفعت ہو اور کھیتوں کے لئے کھاد ملے۔ ایسی چیزیں بھی بونی چاہئیں جن سے ان کی پرورش بخوبی ہو سکے۔ جانوروں کے امراض کی پہچان اور ان کا علاج بھی سیکھنا چاہیئے تاکہ ان کے جانور صحیح و تندرست رہیں۔ ترقیٔ نسل کے قاعدوں کا جاننا بھی ضروری ہے تاکہ ایسے بچّے پیدا ہوں جو جوان ہوکر اچھا کام دیں یا عمدہ قیمت پر بکیں۔

۳ ۔ اہل زراعت کو کون کون سے جانوروں کو پالنا سودمند ہے؟ ایک تو بیل پالنے چاہئیں۔ جن کے بغیر زراعت کا کام ہی دشوار ہے۔ اچھی نسل کی بھیڑیں بھی پالنی چاہئیں جن کی اون اچھی قیمت سے بکے۔ دودھار گائیں بھینسیں اور بکریاں بھی پالے۔ جن سے دودھ مکھن اور گھی بافراط ملے۔ اصیل ذات کی گھوڑیاں پالے۔ تاکہ عمدہ بچھیرے پیدا ہوں۔ ایسے پرندے بھی پالنے لازم ہیں جو زراعت کے کیڑے کھائیں اور اس کو نقصان سے بچائیں اپنی بیٹ سے فائدہ پہنچائیں۔ کیونکہ پرندوں کی بیٹ سب کھادوں سے

اور اس سے ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کم سے کم صرف اور تھوڑی سے تھوڑی محنت میں زیادہ سے زیادہ پیداوار کیونکر حاصل کی جائے۔ اور زمین کی قوت پیداوار کو بھی کوئی مستقل نقصان نہ پہنچنے پائے اس کو زراعت عقلی بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ علم زراعت کا جاننے والا سب کام عقل اور سمجھ سے کرتا۔ اور اپنے روپیہ محنت اور صرف کو نقصان سے بچاتا ہے جو اس کا اصلی منافع ہے۔

۴۔ علم زراعت کا جاننے والا زراعت کو تجارت کے اصول پر کرتا ہے۔ اس لئے اس کو محنت اور وقت صرف کرنے کا فائدہ مثل تاجروں کے ہوتا ہے۔

۵۔ زراعت کے سب کام ہاتھ سے کرنے کے ہیں۔ سیکھنے والا جب تک زراعت کے کاموں کو اپنے ہاتھ سے نہ کرے گا۔ نہ تو ان کو بخوبی سمجھ سکتا ہے نہ نقصان سے بچ سکتا ہے اور بغیر علم زراعت کے جانے ہوئے نہ تو ان کے بھیدوں سے واقف ہو سکتا ہے نہ اپنی زراعت سے پورا فائدہ اٹھا سکتا ہے یاد رکھو زراعت سے پورا فائدہ زراعت کرنے والے کو جب ہی ہو سکتا ہے کہ اس کو علم بھی حاصل ہو۔ اور زراعت کے سب کاموں کو فائدے کے ساتھ ہاتھ سے کرنا بھی سیکھا ہو۔

نوٹ:۔ انسان کی زندگی جن چیزوں پر ہے وہ زیادہ تر زراعت ہی سے حاصل ہوتی ہیں اگر زراعت نہ کی جائے یا کھیتوں میں کچھ پیداوار نہ ہو تو دنیا کے سب کام درہم برہم ہو جائیں اور انسان دنیا میں باقی نہ رہیں۔ ایک سال بارش نہ ہونے سے قحط پڑ جاتا ہے۔ تو ہزاروں آدمی مر جاتے ہیں غرض زراعت انسان کا خاص کام ہے اور زراعت کے کام جب تک ہاتھ سے کر کے نہ سیکھے جائیں۔ انکی صحت و غلطی اور باریکیاں سمجھ میں نہیں آسکتیں۔ کوئی کام ہو نا سمجھ، جاہل سے ذی علم اچھا کرتا ہے۔ تو زراعت کرنے کے لئے بھی علم زراعت کا جاننا ضرور ہے۔

زراعت

(۱) زراعت اور اقسام زراعت

۱ ۔ اب ہم کو براہ کرم یہ بتا دیجیے کہ فنِ زراعت کیا چیز ہے ؟ اس سے ہم کو کیا معلوم ہوتا ہے اور کتابوں میں زراعت کے سبق کیوں لکھے گئے ہیں ۔

سنو! فنِ زراعت کھیتی کا کام ہے جس سے ہم کو یہ دریافت ہوتا ہے کہ اپنے لئے اشیائے ضروری زمین سے کیوں کر پیدا کریں ۔ کتابوں میں یہ سبق اس لئے لکھے گئے تاکہ تم سمجھو کہ زراعت کرنا انسان کیلئے کیسا ضروری کام ہے ۔ جس کے بغیر چارہ ہی نہیں ۔ اگر ہم میں سے کوئی زراعت نہ کرے تو اناج جس پر ہماری زندگی منحصر ہے اور کپاس جس سے ہم لباس تیار کرتے ہیں انکے علاوہ اور بہتیری چیزیں جن کی ہم کو حاجت ہے کیونکر میسر آئیں ۔

۲ ۔ زراعت کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک کو زراعت عملی کہتے ہیں اور دوسری کو زراعت علمی ۔

زراعت عملی کسے کہتے ہیں اور اس سے ہم کو کیا معلوم ہوتا ہے ؟ عمل کے معنی ہیں ہاتھ سے کام کرنا ۔ پس زمین کو جوت بوکر پیداوار حاصل کرنا زراعت عملی ہے اس سے ہم کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کاروبار زراعت کیا کیا ہیں ۔ اور ان کو کس طرح کرنا چاہیئے ۔ اسی کو فن زراعت بھی کہتے ہیں ۔

۳ ۔ زراعتِ علمی کس کو کہتے ہیں اور اس سے ہم کو کیا معلوم ہوتا ہے ؟ علم کہتے ہیں جاننے کو پس زراعت کے بھیدوں کو جاننا ۔ زراعتِ علمی ہے ۔

میں تراشے ہیں جن کے دیکھنے سے ایسا شبہ ہوتا ہے۔ گویا پتھر کو قالب میں ڈھال دیا ہے کہیں رنگا رنگ بیش قیمت پتھروں کو سنگ مرمر میں وصل کرکے گل بوٹے بنائے ہیں۔ زبرجد، زمرد، یشب، عقیق۔ وغیرہ اس خوبی سے کام میں لائے گئے ہیں۔ کہ ان سے پھول پتوں کا اصلی رنگ ظاہر ہوتا ہے۔ بعض مبصروں کا قول ہے کہ ایک ایک بوٹا سَو سَو ٹکڑوں سے مرکب ہے اور ہر ٹکڑا بقدر مناسب تراشا گیا ہے۔

۵۔ وہ خاص خوبی جس کی بدولت یہ عمارت دنیا کی عمارتوں میں فائق ہے یہ ہے کہ اس کے بیل بوٹوں کی ساخت میں غایت درجے کا تناسب اور ان کے رنگوں میں نہایت درجے کی موزونی ہے۔ غرض عمارتوں کی خوش اسلوبی اور گلکاری کی لطافت دیکھنے والوں کے دل پر ایسا عجیب اثر پیدا کرتی ہے کہ بیان میں نہیں آسکتا۔

۶۔ مقبرے کے غربی جانب میں مسجد اور شرقی سمت میں تسبیح خانہ ہے یہ دونوں عمارتیں ہم شکل ہیں اور سنگ سرخ سے بنی ہیں۔ جنوبی طرف میں ایک نہایت عالیشان دروازہ ہے اس کے پہلوؤں میں سنگ سرخ کے دالان دور تک چلے گئے ہیں اس کی عمارت بھی قابلِ دید ہے۔ اس دروازے سے مقبرے تک حوض ہے اور اطراف حوض کی تمام زمین باغ وچمن سے آراستہ اور سرسبز و شاداب ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

عَوامُ النّاس	تُربَت	زَبَرجَد	یَشَب
تَتِمّہ	وَصل	زَمُرّد	عَقِیق

(۶۴)
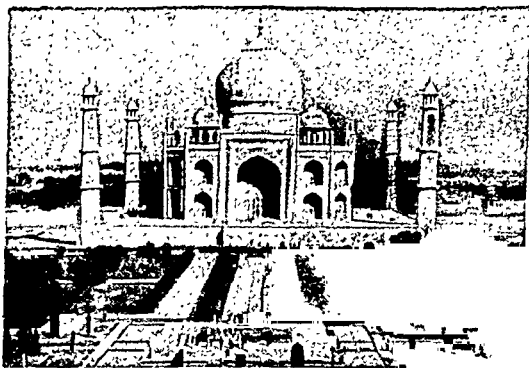
روضہ تاج محل

۱ ۔ شاہجہاں کی عمدہ عمارتوں میں سے یہ مقبرہ بھی ہے جس کی خوبی کو دنیا کی کوئی عمارت نہیں پہنچی ۔ مصالح کی عمدگی اور نقشہ کی پاکیزگی نے وہ عجیب رونق پیدا کی ہے کہ یورپ و ایشیا کی تمام مشہور عمارتوں سے یہ مقبرہ سبقت لے گیا ہے۔

۲ ۔ جس کے نام سے یہ مقبرہ معروف و مشہور ہے ۔ وہ شاہجہاں کی بیگم ممتاز محل تھی ۔ عوام الناس نے لفظ ممتاز کو تاج بنالیا ۔ اور اب یہی لفظ عام و خاص کی زبانوں پر جاری ہے ۔ بعد رحلت کے شاہجہاں بھی اسی مقبرہ میں مدفون ہوا ۔ چنانچہ شاہ و بیگم دونوں کی تربتیں پہلو بہ پہلو ہیں ۔

۳ ۔ آگرہ کی مشرقی جانب میں دریائے جمن کے دائیں کنارہ پر یہ عمارت واقع ہے ۔ سنگ مرمر کے مربع چبوترے پر اصل مقبرہ بشکل مثمن تعمیر ہوا ہے ۔ اس کے اوپر نہایت شاندار قبہ ہے ۔ چبوترے کے چاروں گوشوں میں چار مینار نہایت بلند اور خوب صورت بنے ہوئے ہیں ۔ ان کے اندر مار پیچ زینہ بنایا ہے ۔ تمام عمارت سنگ مرمر کی ہے جس کو جلا کر کے مثل آئینہ کے چمکا دیا ہے ۔

۴ ۔ اندرونی جانب میں کہیں تو ابھرے ہوئے بیل بوٹے سنگِ مرمر

۷ ۔ انجام یہ ہوا کہ پانچوں بھائی مع دروپدی کے بارہ سال کے لئے جلا وطن کئے گئے۔ یہ میعاد ختم ہوئی تو پانڈوں نے اپنے ملک موروثی کی خواہش کی۔ جرجودھن نے صاف انکار کیا۔ تب انھوں نے کہا کہ صرف پانچ مقام کیتھل، کرنال، اندری، برناوہ اور اندر پرست ہماری بسر اوقات کے لئے چھوڑ دے ورنہ ہم اپنا حق بزورِ شمشیر لیں گے۔

۸ ۔ جرجودھن نے صلح پر جنگ کو ترجیح دی اور اپنے رفیق راجاؤں کو اعانت کے واسطے طلب کیا۔ جدھشٹر نے بھی اپنے عزیزوں اور دوستوں سے کمک چاہی۔ تھوڑے ہی عرصے میں بے شمار لشکر طرفین کے معاونوں کا تھانیسر کے میدان میں آکر جمع ہوگیا۔ ہندوستان کے گیانی، سورما، پہلوان، راجہ مہاراجہ سبھی اس معرکۂ عظیم میں شریک ہوئے۔ کوئی کوروں کی طرف ہوکر دادِ شجاعت دیتا اور کوئی پانڈوں کی جانب سے جوہرِ مردانگی دکھاتا تھا۔ اٹھارہ روز تک ہنگامۂ کارزار گرم رہا۔ بڑے بڑے نامی گرامی جنگ آور اور اہلِ فضل و ہنر کام آئے۔ انجام کار پانڈوں کو فتح و فیروزی نصیب ہوئی اور کوروں میدانِ جنگ میں قتل کئے گئے۔

یاد کرو لفظ اور معنی

مُرقُوم	خودکُشی	صحرانوردی	آفریں	دیرینہ
سَرسَبز آرا	عِناد	قضارا	نعرہ	کارزار
وَلی عَہد	زاہدانہ	نصب	نَوعُروس	جنگ آور

نقب کی راہ سے صحیح و سالم نکل گئے اور زاہدانہ لباس میں صحرا نوردی اختیار کی۔

۳۔ قضارا ان کا گذر راجہ دروپد کے پائے تخت شہر کنپلہ میں ہوا۔ جہاں راجہ کی بیٹی کے سویمبر کی دھوم دھام ہو رہی تھی۔ میدان میں ایک لکڑی پر طلائی مچھلی نصب کی گئی تھی کہ جو ہنرمند اپنے تیر سے اس کو گرا دے وہی دروپدی کے شوہر ہونے کا فخر حاصل کرے۔

۴۔ اگرچہ دور دور کے فرماں روا اور جنگی سورما اس مجمع میں حاضر تھے۔ لیکن ناکامی کے خوف سے کسی کو شرط کے بجالانے کی جرات نہ ہوتی تھی۔ یہ پانچوں بھائی برہمنوں کی صف میں کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ یکایک ارجن کی رگوں میں چھتری خون نے جوش مارا اور وہ صفوں کو چیر پھاڑ کر آگے بڑھا۔ اور بھاری کمان کو اٹھا تیر اندازی کا ارادہ کیا۔ برہمنوں کے گروہ نے دہائی دی کہ "خبردار او نادان برہمن زادے ایسی دلیری نہ کر۔" مگر اس جواں مرد نے ایسا تیر مارا کہ مچھلی گر پڑی اور گروہ خلق نے آفریں کا نعرہ بلند کیا۔

۵۔ الغرض بموجب شرط کے پانچوں بھائی نوعروس کو ساتھ لے اپنی ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب راجہ دروپد کو ان کی شرافت کا حال معلوم ہوا تو جو ملال اس کے دل میں پیدا ہوا تھا رفع ہو گیا۔

۶۔ آخر کار یہ خبر ہستناپور میں پہنچی۔ دھرت راشٹر نے بھتیجوں کو طلب کیا اور نصف سلطنت ان کو دیدی۔ شہر اندر پرست دارالحکومت قرار پایا۔ اور بڑا بھائی جدھشٹر مسند ریاست پر بیٹھا۔ اس طور سے کچھ مدت عیش و آرام کے ساتھ بسر ہوئی تھی کہ جرجودھن کے دل میں پھر کینہ دیرینہ تازہ ہوا اس نے جدھشٹر کو ہستناپور میں بلا کر قمار بازی کی محفل آراستہ کی اور دغا سے اس کا کل ملک و مال جیت لیا۔

جس کی وجہ سے اس کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

نَوشیرواں شَوکت رُستم ضَربُ المَثَل مُصَمَّم
مُلُوک جَمشید حَاتِم جِلَو صَیدگاہ
حَشمت فَریدُوں قَارُون دَادگُستری پِیرِزال

۶۳ مہابھارت

۱۔ کتاب مہابھارت میں مرقوم ہے کہ زمانہ قدیم میں راجہ بھرت فرماں روائے ہستناپور تھا۔ اسی کے نام سے ہندوستان بھرت کھنڈ کہلاتا ہے۔ مدت دراز تک اس کے خاندان نے سلطنت کی اسی سلسلہ میں دھرت راشٹر اور پنڈ دو بھائی تھے۔ بڑا بھائی نابینائی کے سبب سے محروم رہا اور چھوٹا سربر آرائے سلطنت ہوا۔ دھرت راشٹر کے ایک سو ایک بیٹے ہوئے جن میں بڑا جرجودھن تھا اور یہ گروہ کوروں کا کہلاتا ہے۔ پنڈ کے پانچ فرزند تھے جدھشٹر، بھیم، ارجن، نکل، سہدیو۔ اور یہ پانچوں پانڈوں کے لقب سے مشہور ہوئے۔

۲۔ جب پنڈ نے رحلت کی تو دھرت راشٹر جانشین ہوا۔ کچھ عرصے میں پانڈوں بھی جوان ہو گئے اور علم و ہنر میں کمال حاصل کیا۔ چچا نے جدھشٹر کو ولی عہد بنایا۔ جرجودھن نے حسد کے مارے خودکشی کا ارادہ کیا۔ [illegible] باپ نے نصف ملک اس کو دیدیا اور بھتیجوں کو ان کی ماں سمیت [illegible] میں بھیجدینا مصلحت جانا۔ مگر جرجودھن کے بغض و عناد نے [illegible] کو چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ ان کے محل میں آگ لگائی گئی مگر وہ ایک

تو ان طائروں کی گفتگو بیان کرتا ہوں۔

۴۔ ان چڑیوں نے آپس میں اپنے بچوں کی شادی کی ہے ایک ان میں سے چاہتی ہے کہ ویران گاؤں مجھ کو دے۔ دوسری کہتی ہے خدا ہمارے بادشاہ کے دم قدم کو سلامت رکھے! میں تجھ کو ہزاروں ویران گاؤں بخش دوں گی۔"

وزیر کی یہ نصیحت بادشاہ کی طبیعت پر ایسی مؤثر ہوئی کہ اس نے دادگستری اور رعایا پروری کا عزم مصمم اپنے دل میں کرلیا اور اس کو آخر عمر تک نباہا۔

۵۔ ایک حکایت اس بادشاہ کی شیخ سعدیؒ نے لکھی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ادنیٰ امور میں عدل کے قاعدوں کو ملحوظ رکھتا اور انصاف کی پابندی کرتا تھا۔ چنانچہ جب صید گاہ میں اس کو نمک کی ضرورت ہوئی تو قریب کے گاؤں میں غلام بھیجا۔ مگر اس کو سخت تاکید کی کہ قیمت دیکر لانا۔ غلام نے کہا کہ "ذرا سے نمک دینے میں رعایا کو کیا مضرت پہنچے گی"۔ بادشاہ نے کہا کہ ایک بُری رسم پڑ جائے گی۔ اور جو بڑے بڑے ظلم دنیا میں ہو رہے ہیں۔ وہ شروع میں ایسے ہی خفیف تھے۔

۶ اس کے عدل وداد کی حکایتوں میں سب سے زیادہ دلچسپ اس پیرزال کا قصہ ہے جس نے بادشاہ کے ہاتھ اپنا جھونپڑا فروخت کرنا منظور نہ کیا۔ بات یہ تھی کہ بادشاہ نے ایک ایوان عالیشان تعمیر کرایا تھا اس کے ایک گوشے کی کجی بغیر اس کے دور نہیں ہو سکتی تھی کہ بڑھیا کی زمین بھی اس میں شامل کرلی جائے۔ ہرچند بڑھیا سے درخواست کی گئی اور اس کو بہت بڑے معاوضہ کی طمع دلائی گئی۔ مگر وہ کسی طرح راضی نہ ہوئی۔ غرض بادشاہ کو اپنی غریب ہمسائی کی پاس خاطر سے اپنے محل کا نقص چار و نا چار گوارا کرنا پڑا۔ لیکن دانشمندوں کے نزدیک اس کے ایوان کا یہ عیب ہزار خوبیوں سے بہتر تھا

انگلستان کے لوگ چین و اہل ہندوستان اور پرتگال والوں کی نسبت ان سب اشیاء کو بہتر اور ارزاں بنا سکتے ہیں۔ پس مبادلہ کی بدولت ہر فریق کو اپنی اپنی خواہش کے مطابق ہر چیز بہم پہنچ سکتی ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

مُبادلہ   خَلق اللہ   پارچہ بافِی   مَلکہ   مُزاولَت

(۶۲) نوشیروانِ عادِل

۱۔ ملوک فارس میں جمشید، فریدوں اور دارا جاہ و حشمت اور شان و شوکت کے لئے مشہور ہیں۔ مگر جس تعظیم و محبت کے ساتھ نوشیرواں کا نام لیا جاتا ہے وہ کسی کو نصیب نہیں ہوئی جس طرح رستم کی شجاعت حاتم کی سخاوت قارون کا بخل شہرہ آفاق ہے اسی طرح نوشیرواں کی عدالت ضرب المثل ہے اس کا زمانہ آغاز اسلام سے کچھ ہی پہلے تھا۔ جسکو ساڑھے تیرہ سو سال کے قریب ہوئے۔

۲۔ مولوی نظامی نے اس بادشاہ کی ایک حکایت لکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں اس کو رعایا پروری کی طرف کچھ توجہ نہ تھی۔ اور اس کے ملک کی حالت خراب و خستہ ہو رہی تھی۔

۳۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک روز نوشیرواں نے شکار کے پیچھے گھوڑا ڈالا اور سوائے وزیر کے کوئی اس کے جلو میں نہ رہا۔ بادشاہ نے دیکھا کہ ایک ویرانہ گاؤں کی دیوار پر دو چڑیاں بیٹھی ہوئی چہچہا رہی ہیں۔ اس نے وزیر سے پوچھا کہ "یہ کیا کہتی ہیں"۔ وزیر دانا نے اس موقع کو اپنے آقا کی نصیحت کیلئے نہایت مناسب پایا۔ اور کہا "اگر حضور غور و تامل سے سنیں اور عبرت حاصل کریں

بِعَینِہٖ اُرتِفاعُ نِیْل تَغَیُّر عُمُق
لَابُد نَہارُ فَیضیابُ

(۶۱) مُبَادلہ

۱ ۔ اکثر ملکوں کے درمیان مبادلہ ہوا کرتا ہے ۔ جس کو تجارت کہتے ہیں۔ اس طریقے سے خلق اللہ کو بڑا فائدہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ بعض ممالک میں وہ اشیا پیدا ہوتی ہیں جو دوسرے ملکوں میں نہیں ہوتیں ۔ پس مبادلہ کے ذریعہ سے ہر ملک کو اور سب ملکوں کی پیداوار میسر آسکتی ہے ۔

۲ ۔ انگلستان میں کپاس پیدا نہیں ہوتی جو ہندوستان اور امریکہ کی سرزمین میں بکثرت ہوتی ہے ۔ پھر سوت کاتنے اور پارچہ بافی میں ہندوستان اور امریکہ کو ایسا ملکہ نہیں جیسا کہ انگلستان کو ہے ۔ کیونکہ اہل انگلستان اس قسم کے کاموں میں زیادہ ترمزاولت اور مہارت رکھتے ہیں اور ان کے پاس عمدہ کلیں بھی ہیں پس بہتر یہ ہے کہ روئی ہندوستان اور امریکہ سے انگلستان کو بھیجی جائے اور اس سے جو پارچہ تیار ہو اس میں سے روئی کی قیمت کے مطابق ان دونوں ملکوں کو بھیجا جائے اس طریقے کے جاری رہنے سے تینوں ملکوں کو اپنی احتیاج کے موافق پارچہ میسر ہو سکے گا ۔

۳ ۔ اسی طرح چائے چین میں شکر ہندوستان میں پیدا ہوتی ہے لیکن یہ دونوں چیزیں انگلستان میں پیدا نہیں ہوتیں ۔ اسی طور پر نارنگی ملک پرتگال اور ان ملکوں سے جو یورپ کے جنوبی سمت میں واقع ہیں انگلستان کو لے جاتے ہیں اور یہ سب چیزیں چاقو، قینچی اور پارچہ کے مبادلہ میں انگلستان کو ملا کرتی ہیں

نیلگوں نظر آتی ہے۔

۴۔ اگر ہوا نہ ہوتی تو گنبد گردوں کالا دکھائی دیتا۔ کہیں کہیں ستارے ٹمٹماتے ہوئے نظر آتے اور طلوع آفتاب پر بھی سارا جہان ایک خانہ تاریک معلوم ہوتا۔ اگر ہوا ایسی لطیف ہوتی جیسی کہ تین میل کے ارتفاع پر ہوتی ہے تو سمندر بالکل جم جاتا نباتات کا پتہ نہ پاتا۔ خزاں کے بعد بہار اور بہار کے بعد خزاں کا موسم نہ آتا۔ مگر زمین بنجر اور سوختہ ہی رہتی۔ جاندار کا نام نہ ہوتا۔ ان کی حرکتیں نادر نادر صورتیں اور یہ کیفیتیں جو اب نظر آتی ہیں ہرگز دکھائی نہ دیتیں۔

۵۔ حیوانات کی بقا اور نباتات کی ہستی کے لئے ہوا کا ہونا بہت ضروری ہے زیادہ تر مخلوقات کے اس گروہ میں جن کی رفتار و گفتار اور کاروبار کا ذریعہ ہوا ہے۔ جس کا ہونا لابد ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس کے نہ ہونے سے سردی و گرمی کے اختلاف اور موسموں کے تغیر و تبدل میں کچھ فرق نہیں آ سکتا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہوا زمین کے گرد خاص اس حکمت سے پھیلائی گئی ہے کہ جو مخلوق سطح ارض پر آباد ہے ان کو اس سے راحت پہنچے جان پڑتے وقت گرمی بہت نہ آئے۔ متعدل روشنی آنکھوں میں سمائے۔ ایسی تیز نہ ہو کہ آنکھوں کو پھوڑ دے۔ ایک کی صدا دوسرے کے کان تک پہنچ جائے۔ انسان آپس میں کلام کر کے کام چلائیں اور دل بہلائیں۔ مرغان چمن خوش آہنگ نغمے گائیں سمندر کا پانی جمنے نہ پائے۔ باد مراد اس میں کشتیاں چلائے۔ ملک ملک کے باشندوں کو ملا کر شیر و شکر بنائے۔ ایک اقلیم کے آدمی دوسری اقلیم کے آدمیوں سے فیضیاب ہوں۔

لہرا دیا صبا نے جو کل سبزہ زار کو
دو ہیں گھٹائیں گھیر لیا چشمہ سار کو

جوش و خروش رعد نے یہ دھوم دھام کی
ہرگز کوئی کسی کی نہ پہنچا پکار کو

بجلی تڑپ تڑپ کے دکھانے لگی چمک
رونق ہوئی دو چند ہر اک برگ و بار کو

کچھ لکّہ ہائے ابر سفید و سیاہ و سُرخ
مستانہ جھوم جھوم چلے کہسار کو

ہم مشرب اپنے چند جواں تھے سو نہر پر
تشریف لے گئے وہ بطوں کے شکار کو

یاد کرو تلفّظ اور معنیٰ

سَحَر صَبا چَشمہ سَار بَرگ لَکّہ نَفَر
سَبزہ زار رَعد بَار مَشرَب

(۶۰) ہَوا اور آسمان

۱ ۔ اگر ہَوا نہ ہوتی تو بادل بھی نہ ہوتے ۔ بَرابَر دھوپ کو دیکھتے دیکھتے اُکتا جاتے ۔ یہ نکھرا نیلا آسمان جو آنکھوں کو بھلا معلوم ہوتا ہے ۔ ہوا ہی کی رنگت ہے ۔ جو منعکس ہوکر آنکھ پر پڑتی ہے ۔

۲ ۔ جو ہوا کمرے میں بھری ہوتی ہے ۔ وہ نیلی نظر نہیں آتی ۔ کیونکہ وہاں اس کی اتنی مقدار نہیں ہوتی کہ جس کا رنگ آنکھ کو محسوس ہو ۔ بعینہ یہی حال سمندر کے پانی کا ہے جب اس کو آبخورہ میں لے کر دیکھتے ہیں تو صاف و شفاف نظر آتا ہے مگر جب اسی پانی پر گہرے سمندر میں نظر ڈالتے ہیں تو سبز دکھائی دیتا ہے اور یہی اس کی اصلی رنگت ہے ۔

۳ ۔ یہ تو تم جانتے ہو کہ ہَوا پچاس میل اوپر تک پھیلی ہوئی ہے پس جب ہم پچاس میل کے عمق میں اس کو دیکھتے ہیں تو وہ اپنے اصلی رنگ میں

۵۸ اشعارِ آتش

زمینِ چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا | بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے
نہ گورِ سکندر نہ ہے قبرِ دارا | مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے
بہارِ گلستاں کی ہے آمد آمد | خوشی پھرتے ہیں باغباں کیسے کیسے
غم و غصّہ و رنج و اندوہ حرماں | ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے

کرے جس قدر شکرِ نعمت وہ کم ہے
مزے لوٹتی ہے زباں کیسے کیسے

سرِ شمع ساں کٹائیے پر دم نہ ماریئے | منزل ہزار سخت ہو ہمّت نہ ہاریئے
مقسوم کا جو ہے سو وہ پہنچے گا آپ سے | پھیلایئے نہ ہاتھ نہ دامن پساریئے

طالب کو اپنے رکھتی ہے دنیا ذلیل و خوار
زر کی طمع سے چھانتے ہیں خاک نیاریئے

یاد کرو تلفّظ اور معنی

سِکَندر اَندُوہ نِعمَت ہُما دَارا حِرمَاں کِنَایَہ اِستَخواں

(۵۹) اشعارِ انشا

مجھے رونا آتا ہے شمعِ سحر پر | کہ بے چاری اب مستعد ہے سفر پر
میرے بجادیں گلشن میں آتش کی ہے | نظر کیا پڑے خاک گلہائے تر پر
کہاں تک کروں میں زمانے کے شکوے | مصیبت ہے یوں تو سب اہلِ ہنر پر
خصوصاً وہ جو شعمداروں میں ہیں یاں | برستا ہے افلاس ہی ان کے گھر پر
پڑا رہتا ہے بن گھاس گھوڑا | ہوئے چار فاقے ہیں پیہم شتر پر

صبح اور شام کی شفق بھی زہرہ میں نظر آتی ہے۔ مریخ پر بھی ہوا کا وجود پایا جاتا ہے اور بادل بھی چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔

۸۔ الغرض قدرت کاملہ کے عجائبات کا ظہور کچھ ہماری زمین پر ہی محدود نہیں۔ بلکہ ان تمام دنیاؤں کے اندر جن کو ہم ستارے کہتے ہیں کیا عجب ہے کہ ہوائیں چلتی ہوں۔ مینھ کی پھواریں زمین کو سیراب کرتی ہوں۔ برف اولا۔ پالا۔ اوس کہر سب کچھ ہو۔ صحرا بیابان، سبزہ زار موجود ہوں سمندر لہریں مارتا ہو بلند پہاڑوں سے چشمے اور دریا رواں ہوں اور کچھ بعید نہیں کہ قوموں کی آمدورفت داد، ستد، جنگ و صلح شادی و غم اسی طرح جاری ہو جسطرح ہماری دنیا میں ہے۔

۹۔ اب ہم مختصر بیان کہکشاں کا کرتے ہیں۔ جس کو دیکھ کر اکثر بچے سوال کیا کرتے ہیں کہ یہ کیا شئے ہے؟ صاف راتوں میں ایک طولانی روشن سحاب سا جنتی آسمان میں پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ اسی کو کہکشاں کہتے ہیں۔ اگر ہم ایک قوی دوربین سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ وہ سحاب حقیقت میں بے شمار کواکب کا جمگھٹ ہے۔ وہ ہم سے اس قدر فاصلہ دراز پر ہیں کہ جُدا جُدا محسوس نہیں ہوتے۔ وہ تعداد میں اتنے کثیر ہیں کہ جن کا شمار محالات سے ہے۔

۱۰۔ نجوم فلکی کا مشاہدہ محض تفریح طبع کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ علماء اور اہل دانش خدائے تعالےٰ کی قدرت، حکمت اور عظمت کا سبق اس مشاہدے سے حاصل کرتے ہیں اور غور کرتے ہیں کہ وہ کیونکر ان کو بناتا اور قائم رکھتا ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

گَردُوں	زُعم	سَحاب	جَنتی	کہکشاں
خُوشَہ	مُہندِسِین	زُہرَہ	شَفَق	نجوم
کَواکب	اَرغوانی	عَطارُد	مِرّیخ	کَثِیف

چند ہزار سے زیادہ نہیں ہیں اگر ایک چھوٹی دور بین کی امداد سے دیکھیں تو بہ نسبت خالی آنکھ کے زیادہ دکھائی دیتے ہیں۔ اسی طرح جس قدر بڑی دور بین کا استعمال کریں۔ اسی قدر بکثرت نظر آتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی کوئی انتہا معلوم نہیں ہوتی۔

۵۔ دوسرا خیال ستاروں کی جسامت کے باب میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ دیکھنے میں بہت ہی چھوٹے معلوم ہوتے ہیں بعض تو صرف منوّر نقطے سے نظر آتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ ہم سے بہت ہی بعید فاصلے پر ہیں چنانچہ آفتاب اپنی دوری کے باعث اتنا سا نظر آتا ہے۔ ورنہ وہ ہماری زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا ہے اور بہت سے ستارے ہیں جو رات کے وقت ذرا ذرا سے معلوم ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ آفتاب سے بھی قدو قامت میں بہت بڑے ہیں

۶۔ تیسرا خیال ہمارے دل میں ستاروں کے فاصلے کی بابت پیدا ہوتا ہے۔ سب سے قریب تر ستارہ ہماری زمین سے قمر ہے لیکن وہ بھی دو لاکھ پچاس ہزار میل کا فاصلہ رکھتا ہے۔ آفتاب ۹ کروڑ میل کی دوری پر ہے بعض ستارے اس قدر فاصلے پر ہیں کہ ان کی دوری ظاہر کرنے کے لئے ہندسوں کا غیر سلسلہ کافی نہیں ہوتا ان کے فاصلوں کے تصور سے ہماری عقل عاجز ہے۔

۷۔ چوتھا خیال ستاروں کے مادہ کے بارے میں پیدا ہوتا ہے۔ اہل علم نے یقینی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ کل ستارے ایک ہی مادہ سے بنے ہوئے ہیں اور ہماری زمین بھی ایک ستارہ ہے دور بین کے ذریعہ سے جو مشاہدے کئے گئے ہیں ان سے ثابت ہوا ہے کہ اور ستاروں کے گرد بھی ہوا کا غلاف اسی طرح چڑھا ہوا ہے۔ جس طرح کرۂ ارض کے گرد ان میں بھی ابر و سحاب رواں نظر آتا ہے۔ بعض ستاروں کے گرد گہری اور کثیف ہوا لپٹی ہوئی ہے حتیٰ کہ

(۵۷) ستارے اور کہکشاں

۱۔ شب تار میں جب کہ گنبد گردوں ابر و غبار سے صاف ہو ستاروں کا مشاہدہ بہت ہی دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔ ہم کو ان کے خوشے نظر آتے ہیں جو خاموشی اور خوشنمائی سے چمکتے ہیں ہم ان کے نظارے سے کبھی نہیں تھکتے۔ ان کا مشاہدہ طرح طرح کے خیالات ہمارے دل میں پیدا کرتا ہے۔ سرسری طور پر دیکھنے سے ہم نہیں جان سکتے کہ وہ کس چیز سے بنے ہیں؟ کتنے بڑے ہیں؟ ان کی تعداد اور ان کا فاصلہ کس قدر ہے۔

۲۔ زمانۂ قدیم میں دوربین کی ایجاد سے پہلے ان کواکب کی نسبت لوگوں کے عجیب خیالات تھے۔ بعض آدمی اپنے زعم میں ان کو ذی روح خیال کرتے تھے۔ جب دوربین شیشہ کے آلات ایجاد ہوئے اور ان آلات کے ذریعہ سے مہندسین نے ستاروں کا بغور مشاہدہ کیا۔ تو بہت سے دلاویز حقایق ان کی بابت دریافت ہوئے۔ جن سے اگلے وقتوں کے لوگ محض ناواقف تھے۔ اب ہم جانتے ہیں کہ تمام ستارے ایسے ہی دنیا میں ہیں۔ جیسی کہ زمین ہماری دنیا ہے بعض ان میں سے بہت ہی بڑے ہیں۔

۳۔ جب ہم بغیر اعانت دوربین ستاروں کو دیکھتے ہیں تو وہ سفید روشن نظر آتے ہیں۔ لیکن کسی قوی دوربین کے وسیلہ سے مشاہدہ کریں تو مختلف رنگ کے نظر آئیں گے۔ کوئی زرد، کوئی نیلگوں، کوئی ارغوانی، گویا چمن کے اندر گلہائے رنگارنگ شگفتہ ہیں۔

۴۔ پہلا خیال ستاروں کی نسبت یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کا شمار کیا ہے؟ اگرچہ ظاہرا بے شمار معلوم ہوتے ہیں لیکن محض آنکھ سے جس قدر نظر آتے ہیں وہ

طوطا بن کر شجر پہ آ کر — پھل کھا کے بشر کا روپ پا کر
پتے، پھل، گوند، چھال لکڑی — اس پیڑ سے لے کے راہ پکڑی
ہاتھ آ جو گئی عصا کی تاثیر — پرّاں ہوا صورتِ عصافر
دیکھا ناگاہ کوہِ البرز — اک دیو سیاہ تھا ثئے گرز
ٹوپی وہ جو سر پہ چھال کی تھی — عریانی میں پردہ حال کی تھی
اس دیو کے آگے سے بڑھا وہ — سایہ سا پہاڑ پر چڑھا وہ
شہزادہ کہ لٹھ سے برق دم تھا — بادل سا ہوا کا ہم قدم تھا
دیکھا جو نہ دیو نے گزارا — پتھر اک اٹھا کے پھینک مارا
وہ سنگِ گراں حربۂ غول — تاثیر سے پھل کی بن گیا پھول
لٹھ اس کا پڑا تو وہ ہوا چور — جس طرح عصا سے جامِ بلّور
غل کر کے زمیں پہ آ گرا دیو — موجود ہوئے ہزار ہا دیو
بادل کی طرح جو امڈے دشمن — لاٹھی سے ہوا وہ برقِ خرمن
موسیٰ کا عصا تھا لٹھ جواں کا — اک ہی لاٹھی سے سب کو ہانکا
سُرمہ کیا کوہ پیکروں کا — جی چھوٹ گیا دلاوروں کا

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

حَباب — اَفسُر — حَبابِ اَفسَر — گِرداب — اَشجار
طِلسم — تمثال — سیّاہی کرنا — بَرق دم — غُول
اَوہام — جَراحت — عَصا — اَلبُرز — خِرمن
طوبیٰ — مُلہم — عَصافِر — حَربَہ — کوہ پیکر

ڈر جانوروں کا جی میں بیٹھا — ایک نخل کہن پہ چڑھ کے بیٹھا
دو مرغ تھے بیٹھے اک شجر پر — مادہ لگی پوچھنے کہ "او نر"
ہیں تجربہ کر چکی جہاں کا — کھلتا نہیں کچھ طلسم یاں کا
مادہ سے یہ سن کے بول اٹھا نر — ہے طرفہ طلسم اس جگہ پر
وہ پیڑ جو حوض پر لگا ہے — طوبیٰ سے خواص میں سوا ہے
اک سانپ ہے واں یہ چوٹ کرتا — مارے سے نہیں کسی کے مرتا
لیکن جو یہ بندہ خدا جائے — تا حوض قدم قدم چلا جائے
لپکے گا خود اسکو دیکھ کر سانپ — منہ جا در آب میں یہ لے ڈھانپ
ابھرے گا لگا کے جب یہ غوطا — بن جائے گا آدمی سے طوطا
اندیشہ نہ اپنے دل میں لائے — اڑ کر یہ اسی شجر پہ جائے
سب خشک ہے ایک ہی ہری ڈال — دو رنگ کے پھل ہیں سبز اور لال
پہلے تو یہ لال پھل کو کھائے — انسان کا رنگ و روپ پائے
پھر توڑ لے اس کے سبز پھل کو — پھل کچھ اسے دے رہیگا کل کو
جس شخص کے پاس یہ ثمر ہو — ہتھیار نہ اس پہ کارگر ہو
لکڑی میں اثر یہ ہے کہ دشمن — بن جاتا ہے موم اگر ہو آہن
دو ہاتھوں میں لے جو کاندھوں پر سے — اڑتا پھرے جیسے مرغ پر سے
ٹوپی جو بنائے چھیل کر چھال — دکھلائی نہ دے نظر کی تمثال
پتے کی صفت بیاں کیا ہو — دم بھر میں بھرے جراحتوں کو
منہ میں رہے گوند اس کا جبتک — لگنی نہیں بھوک پیاس تب تک
تھا ملہم غیب مرغ گویا — سنتے ہی ادھر چلا وہ جویا
کالے نے جہاں سے کی سیاہی — وہ حوض میں تھا مثال ماہی

۸ ۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ جو محاصل ملک کا گورنمنٹ لیتی ہے وہ ملکی دولت میں سے کم ہو جاتا ہے ۔ان کی دلیل یہ ہے کہ گورنمنٹ کا کام نفع پہونچانا نہیں ہے ۔ بلکہ نقصان سے بچانا ہے ۔ اگر یہ قول تسلیم کیا جائے تو بھی یہ خرچ کچھ بیجا نہیں ہے ۔ کیونکہ مضرت سے بچنا بھی ہمارا ایک بڑا مقصد ہے چنانچہ دوا کو ہم خوشی یا ذائقہ کے واسطے نہیں خریدتے بلکہ دفع امراض کے لئے مول لیتے ہیں ۔ مگر ہم کبھی یہ خیال نہیں کرتے کہ دوا میں جو خرچ ہوتا ہے وہ فضول ہے ۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

غارَت	داب	اِستحکام	جَبر	عظمیٰ
غارتگری	بازارگرم رہنا	پاسبانی	کامرانی	محاصل
مُسلّح	سن رسیدہ	کج فہم	نافذ	اَمراض

(۵۶) ایک طلسم

از مثنوی گلزارِ نسیم

وہ بادشہِ حباب افسر　　یعنی تاج الملوک مضطر
بے مہری چرخ سے ناگاہ　　گرداب کے ہالہ کا ہوا ماہ
گرتے تو وہ پانی سر سے گزرا　　ابھرا تو نہ کچھ نظر سے گزرا
آگے جو بڑھا جزیرہ دیکھا　　اشجار کا واں ذخیرہ دیکھا
جس جا کو چھوا جو پھر کیا غور　　ہاتھ آیا نہ کچھ حباب کے طور
جانا کہ طلسم کا ہے جنگل　　ہے یاں کے درخت کا ہی پھل
اور آگے بڑھا وہ بحر او بام　　ڈوبا خورشید ہو گئی شام

رعایا کو لازم ہے کہ اپنی جان کی سلامتی اور مال کی حفاظت کا معاوضہ نہایت شکر گزاری کے ساتھ بلا عذر ادا کرے۔ بعض لوگ ایسے کج فہم ہیں کہ وہ سرکاری ٹیکس کو ایک جبر خیال کرتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ اگر نصف اوقات ان کی اپنی حفاظت میں صرف ہوتی تو بہ نسبت ٹیکس کے بہت زیادہ خرچ پڑتا اور جو امن و حفاظت حکومت کی بدولت حاصل ہے وہ ہرگز میسر نہ ہوتی۔

۵۔ اس میں شک نہیں کہ دنیا میں اکثر حکومتیں ایسی پائی جاتی ہیں کہ اہلِ حکومت اپنے عیش و کامرانی کے مقابلہ میں رعایا کی مصیبتوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے لیکن یہ برائی ان آفتوں کے مقابلہ میں محض ناچیز ہے جو حکومت کے نہ ہونے سے پیدا ہوتی ہیں چنانچہ ایران و توران افغانستان کے باشندے باوجود جابرانہ حکومت کے ان وحشی ملکوں کے باشندوں سے بدرجہا بہتر ہیں۔ جہاں آئین حکومت نافذ ہی نہیں۔ اصل یہ ہے کہ حکومت کے ظلم و ستم کو تو انسان برداشت کرسکتا ہے۔ الا بے امن و بے سری حالت کا تحمل سخت دشوار ہے۔

۶۔ جب کہ بُری سے بُری حکومت بھی عدم حکومت سے بہتر ہے تو ظاہر ہے کہ عمدہ حکومت کی برکتیں تو بے انتہا فائدوں پر مشتمل ہوں گی۔ دنیا میں عمدہ حکومتیں وہ شمار ہوتی ہیں جو برطانیہ عظمٰی کے مثل و مانند ہیں۔

۷۔ عمدہ گورنمنٹ کا بڑا مقصد رعایا کی جان و مال کی حفاظت ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ تربیت عقلی، تہذیب، اخلاق، بیمار مسکینوں کا علاج، تندرست مسکینوں کی پرورش مگر یہ برکتیں سب کی متفقہ کوشش کے بدون بہت کم حاصل ہوسکتی ہیں۔

مَحبوس قَضَایَا لَخلَخہ قَائمُ الزَّوَایَا مُسَلّطْ

(۵۵) حکومت

۱ ۔ دنیا کے بعض ملکوں کا حال اب تک ایسا ہے کہ قزّاقی اور رہ زنی کی وجہ سے کسی شخص کو یہ اُمید نہیں کہ وہ بغیر اپنی قوتِ بازو کے قتل و غارت سے محفوظ رہ سکے گا۔ کاشتکار جس وقت کھیت میں تخم ریزی کرنے جاتا ہے تو ایک مددگار کو جو نیزہ و شمشیر سے مسلح ہو۔ اپنے ہمراہ لے جاتا ہے تاکہ اس کا بیج اور مویشی لٹ نہ جائے ۔ ایسی حالت میں جو کام ایک شخص کر سکتا وہ دو کے ذریعہ سے پورا ہوتا ہے اور پیداوار دونوں میں تقسیم ہو جاتی ہے ۔

۲ ۔ اسی طرح وحشی قوموں کا زیادہ وقت اپنی حفاظت یا دوسروں پر حملہ کرنے میں صرف ہوتا ہے ۔ جن ملکوں میں داب حکومت نہیں ہے وہاں غارت گری کا بازار ہمیشہ گرم رہتا ہے ۔ اکثر باشندے جوانی ہی میں مارے جاتے ہیں بہت کم ایسے ہیں جو سن رسیدہ ہو کر مرتے ہیں ۔

۳ ۔ جو محنت ہر شخص اپنے جان و مال کی حفاظت کے لئے برداشت کرتا ہے ۔ وہی محنت ایک خاندان بلکہ ایک بستی کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔ اسی بنیاد پر حکومت قائم ہوئی ہے اور جب حکومت استحکام کے ساتھ قائم ہو جاتی ہے تو تھوڑے سے آدمی مسلح ہو کر لاکھوں کی پاسبانی اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے کر سکتے ہیں ۔

۴ ۔ ملک کے انتظام اور امن و امان قائم رکھنے کے لئے جو کچھ خرچ پڑتا ہے وہ جملہ رعایا سے وصول کیا جاتا ہے اس کو ٹیکس یا خراج کہتے ہیں پس

لالہ کو نہیں رہی ذرا سدھ ‏— کتنا ہے وصول کیا بقایا
دیکھا جو کھا ہوا برابر ‏— کیا ڈیوڑھا اور کیا سوایا
بنیوں کا الٹ دیا ہے پتر ‏— روکڑ ہے نہ جنس ہے نہ مایا
بیمار کی آنکھ لگ گئی ہے ‏— دُکھ درد کا کرب سب مٹایا
کچھ ہوش نہیں ہے ڈاکٹر کو ‏— پولٹس لگے زخم پر کہ پھایا
اوسان نہیں حکیم جی کو ‏— کیا نیند نے لخلخہ سونگھایا
تبرید پلایئے کہ مسہل ‏— سب بھول گئے کیا کرایا
تعریف نہ کر سکے مہندس ‏— کیا شکل ہے قائم الزوایا
جغرافیہ داں کی راہ گم ہے ‏— لنکا ہے کدھر۔ کدھر ملایا
کچھ یاد نہیں مورخوں کو ‏— کیا کیا بر روئے کار لایا
بھولا ہے کتاب طالب علم ‏— الٹا تو نے سبق پڑھایا
مطرب کی عجیب گت بنائی ‏— کھٹ راگ جہاں کا بھلایا
عابد، زاہد، فقیر، جوگی ‏— صوفی کا بھی ہو گیا صفایا
چونکا نہیں قافلہ تری کا ‏— ہر چند جہاز ڈگمگایا
چیتے نہیں ریل کے مسافر ‏— انجن نے ہزار غل مچایا
باقی نہ رہا کوئی تردد ‏— جھگڑوں میں تھا جان کو کھپایا
سب مشغلے ہو گئے فراموش ‏— اپنا ہی رہا نہ کچھ پرایا
دنیا کی خبر نہ دین کا ہوش ‏— کیا ساغر بے خودی پلایا
تو نے کیا نیند کو مسلط ‏— قدرت ہے تری بڑی خدایا

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

رہ زن ‏ کرّوفر ‏ کرب ‏ تبرید ‏ مطرب

پایا تو کہیں تجھے نہ دیکھا دیکھا تو کہیں تجھے نہ پایا
ہے تیری عجیب حکمرانی دنیا کی پلٹ گئی ہے کایا
رن میں فوجوں کو جا پچھاڑا بن میں شیروں کو جا دبایا
دہقان کو کھیت میں کیا چت گو کھیت کو گیدڑوں نے کھایا
ریوڑ کی خبر نہیں کہاں ہے چرواہے کو گھاس پر لٹایا
لینے کو درخت پر بسیرا چڑیوں نے پروں میں سر چھپایا
ڈھوروں نے بھی چھوڑ دی جگالی چپ ہیں نہیں کان تک ہلایا
جب چور کی آنکھ میں سمائی اس نے چوری سے جی چرایا
رہزن کی بھی راہ باٹ ماری رہ گیر کو خوف سے بچایا
کھوئی ہوئی راہ رو کی منزل پھیلا کے جو پاؤں سنسایا
ماؤں کو دیا ہے تو نے آرام بچوں کو تھپک تھپک سلایا
روتے روتے جھپک گئی آنکھ جھولے میں جھلا رہی ہے دایا
بیگم، ملکہ، غریب، بڑھیا تیرا آنا سبھی کو بھایا
غم دور ہوا ٹکڑ گدا کا جھولی ہے نہ جھونپڑی کا سایا
بیڑی سے رکا نہ ہتھکڑی سے محبوس کو قید سے چھڑایا
شاہوں کی بھی کروفر مٹا دی نے تاج نہ تخت نے رعایا
زرّین پردے نہ فرش مخمل دیوان ہے گم سجا سجایا
جب سو گئے ہو گئے برابر کب شاہ و گدا میں فرق پایا
جج کے بھی حواس ہیں معطل فیصل ہوئے قصہ و قضایا
ٹھنڈا ہوا تاجروں کا بازار سودے کا معاملہ چکایا
بے نقد کہاں کدھر گئے نوٹ ساہوکاروں کو کھک بنایا

سنگ مرمر لگا ہے اور جابجا سنگ موسیٰ کی پچی کاری کی ہوئی ہے۔ تین گنبد ہیں نو۹ے گز کے طول اور تینتیس۳۳ گز کے عرض ہیں۔ صحن کی طرف گیارہ در ہیں بیچ کا در بہت بلند ہے ان دروں کے دونوں جانب دو مینار ہیں نہایت بلند اور بغایت خوشنما۔ ان کے اندر زینے بنے ہوئے ہیں میناروں پر چڑھنے سے تمام شہر کی سیر نظر آتی ہے۔

۵۔ صحن کے باقی تین اطراف میں بھی نہایت خوب صورت دالان اور حجرے بنے ہوئے ہیں۔ چار کونوں پر چار برج ہیں۔ بارہ دری کے بہت دلچسپ صحن کا عرض وطول ۱۳۶ گز ہے اور اس کے بیچ میں ایک سنگین حوض ہے جو ہر وقت پانی سے پُر رہتا ہے۔ مسجد کے اندر آنے جانے کیلئے تین عالیشان دروازے ہیں۔ جنوبی در کے رو برو ۳۳ سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ شمالی در کے مقابل ۳۹ کا۔ شرقی دروازے کے سامنے ۳۵ کا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

جَامِعُ	تَذکِرَہ	سَیَّاحُ	پچّی کاری
اِعتِرَاف	ترمیم	اَرَک	اِجَارَہ

(۵۴) خواب راحت — از مؤلف

اے نیند! نمونۂ قیامت	تو نے ہمیں آنکھ سے دکھایا
تو آئی ہوئے حواس بیکار	کیا جانئے تو نے کیا سونگھایا
جس وقت اتر گئی گھٹا سی	آنکھوں کا چراغ ٹمٹمایا
پھر چھوڑ گئی ہمیں جہاں میں	پھر زیست کا ذائقہ چکھایا

تاج گنج کا سا باریک کام رنگارنگ بیل بوٹے اور بیش قیمت پتھروں کی پچی کاری نہیں ہے تاہم وہ فن عمارت کی تمام خوبیوں کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ زمانہ حال کے لائق انجینیروں نے بھی اس لاجواب عمارت کی نہایت تعریف وتوصیف کی ہے اوراس کے بنانے والوں کے کمال صنعت و مہارت کا اعتراف کیا ہے۔

۲۔ کہتے ہیں کہ اس مسجد کے بنانے والے دو بڑے مہندس اُستنا حامد اوراُستنا احمد تھے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ دونوں بھائی اپنے فن کے استادِ کامل تھے۔ لیکن جو خوشنمائی اور موزونی شاہجہانی عمارتوں میں پائی جاتی ہے اس کو دانشمند مورخوں نے خود شاہجہاں کے سلیقہ کی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ اس بادشاہ کو تعمیر عمارت کا صرف شوق ہی نہ تھا۔ بلکہ اس کا دماغ اس فن کے ساتھ ایک خاص مناسبت بھی رکھتا تھا چنانچہ جو عمارت اس کے حکم سے بنائی جاتی اس کا نقشہ خود اس کے ملاحظہ سے گزرتا اور اپنی رائے سے مناسب ترمیم واصلاح اس میں کرتا۔ یہ بادشاہ تعمیر عمارت کا محض حکم دینے والا ہی نہ تھا بلکہ اپنے زمانے کے معماروں کا رہنما بھی تھا۔

۳۔ الحاصل ۱۰ شوال ۱۰۶۰ھ ہجری کو ارک شاہجہانی سے ہزار گز کے فاصلے پر بجانب مغرب ایک پہاڑی ٹیلہ پر مسجد جامع کی بنیاد رکھی گئی اور اس کی تعمیر کا اہتمام اول سعداللہ خاں وزیر کو سپرد ہوا پھر فاضل خانساماں کو۔ چھ سال کے عرصہ میں مسجد بن کر تیار ہوئی۔ پانچ ہزار راج مزدور اور سنگ تراش ہر روز کام کرتے رہے۔ دس لاکھ روپیہ تعمیر میں صرف ہوا۔

۴۔ تمام عمارت سنگ سرخ کی ہے۔ لیکن اندر کی جانب اجارہ تک

خدمت کو بجا لاتے ہیں۔ ان کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری کو جناب باری کی شکر گذاری جانتے ہیں۔ والدین کے ساتھ محبت کرنا اور ان کی تعظیم وتکریم بقدر امکان بجالانا حقیقت میں خدائی محبت کے آگے سر جھکانا ہے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ ماں باپ کی اطاعت جہاں تک ممنوعات سے مبّرا ہو عین طاعت حق ہے۔

یاد کرو تلفّظ اور معنیٰ

نَشو	نَاصِر	جَذبَہ	عظمیٰ	مُبَرّا
نما	ترجیح	تنومند	بَاری	

(۵۳) جامع مسجد دہلی
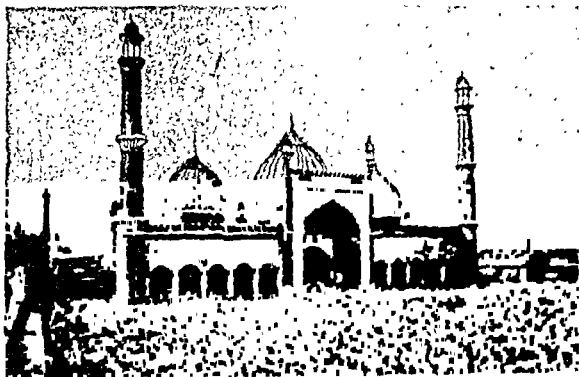
ا۔ دِلّی کی مسجد جامع ان بے نظیر عمارات میں سے ہے جن کا تذکرہ سیاحان عالم نے خصوصیت کے ساتھ کیا ہے اگرچہ اس مسجد کے اندر روضۂ

(۵۲) حقوقِ والدین

۱ ۔ حقیقت میں خدا ہی سب کا خالق رازق اور حافظ و ناصر ہے لیکن عالم اسباب میں اس نے والدین کو اولاد کی ہستی کا سبب اور ان کی پرورش کا واسطہ بنا دیا ہے اس حکیم مطلق نے ان کے دل میں ایک ایسا قوی جذبہ رکھ دیا ہے کہ اس خدمت کی بجا آوری میں ہمہ تن محو ہو جاتے ہیں ۔ وہ جذبہ کیا ہے ؟ وہ اس گہری محبت کا پرتو ہے ۔ جو خالق کو اپنی مخلوق کے ساتھ ہے اس پرتو کا اثر ہے کہ ماں باپ بچوں کے ساتھ ایسی محبت کرتے ہیں کہ اپنی راحت پر اس کی آسائش کو ترجیح دیتے ہیں جب تک بچہ نشو ونما پاکر توانا تنومند ہوتا ہے اس وقت تک اس کے لئے سامان زندگی مہیا کرتے ہیں ۔

۲ ۔ ماں بچے کے لئے کیا کیا دکھ سہتی ہے ۔ اپنے دل و جگر کا خون پلاکر پالتی ہے ۔ باپ کس محنت سے اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی اس پر نثار کرتا ہے ۔ اس کی تادیب و تربیت میں کوشش اور مال سے دریغ نہیں کرتا ۔ اس کو اپنے آپ سے افضل بنانا چاہتا ہے ۔ مال و دولت کو ذخیرہ کرتا ہے تاکہ اس کی وفات کے بعد اس کی آل اولاد کے کام آئے ۔ جب اجل کا خطرہ اس کے دل میں آتا ہے تو وہ اس خیال سے تسلی پاتا ہے کہ میرا خلف میری موئی مٹی کی نشانی کہلائے گا ۔ میں نہ ہوں گا اور وہ دنیا کو میری یاد دلائے گا ۔ غرض والدین کا وجود نعمت عظمیٰ ہے کہ جس کی برابری دنیا کی کوئی نعمت نہیں کرسکتی ۔

۳ ۔ پس سعادت مند وہی فرزند ہیں جو اس نعمت کی قدر کرتے ہیں ۔ دست و زبان سے جسم و جان سے دولت و مال سے والدین کے حقوقِ

دل کی پاکیزگی عادتوں کی اصلاح، معاش کا انتظام، معاملات کی درستی ان میں سے ایک کام بھی بغیر عقل کی مدد کے نہیں چل سکتا۔ وہ پوشیدہ اسرار جو حواس کے ذریعہ سے ہم کو معلوم نہیں ہو سکتے۔ عقل ہی ان کو ہمارے دل پر منکشف کرتی ہے۔

۲۔ اگر انسان میں عقل کا نورانی جوہر نہ ہوتا تو وہ وحوش وطیور یا شجرو حجر کے مانند ایک ذلیل مخلوق ہوتا۔ اس کو جو عظمت اور حکومت تمام مخلوقات پر حاصل ہے۔ وہ عقل ہی کی بدولت ہے۔ ہمارے حواس اکثر اوقات دھوکہ کھاتے اور ہم کو مغالطہ میں ڈال دیتے ہیں۔ کبھی بڑی چیز چھوٹی نظر آتی ہے۔ کبھی ساکن چیز متحرک اور متحرک ساکن معلوم ہوتی ہے۔ ان تمام غلطیوں کی اصلاح عقل ہی کی روشنی سے حاصل ہوتی ہے۔

۳۔ ہم کو جو علم حاصل ہوتا ہے۔ عقل ہی اس کی صحت کرتی ہے اور عقل ہی اس کو کام میں لانے کی راہ بتاتی ہے۔ بغیر عقل کی رہبری کے ہم اپنے علم سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔

۴۔ عقل ان کاموں میں بھی ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ جو اس زندگی میں ہمارے واسطے کارآمد ہیں۔ اور ان کاموں میں بھی ہم کو ہدایت کرتی ہے جو آنے والی حالت کے لئے ہم کو اختیار کرنے چاہئیں۔ خدائی حکموں کی تعمیل اس زمانے سے شروع ہوتی ہے جب کہ عقل کامل ہو جاتی ہے اور اسوقت تک جاری رہتی ہے جب تک کہ عقل سلامت ہے ؎

تو فدا ہو علم پر اور عقل پر	علم ہے بازوئے جاں اور عقل پر
عقل سے اور علم سے انساں ہے تو	ورنہ ننگِ گلۂ حیواں ہے تو

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

مُنکَشِف　وُحُوش　طیُور　حَجَر　ننگ

کھانا کپڑا تجھ سے پاتے ہیں بشر ‏ تو نے دی ہے ان کو روزی قرض پر
لق و دق صحرا میں یا میدان میں ‏ اور عرب کے گرم ریگستان میں
نے چٹانیں سایہ افگن ہیں جہاں ‏ اور نہ آبِ سرد کے دریا رواں
اور ہوائے گرم کو جنبش نہیں ‏ بالِ مرغانِ خوش الحاں سے کہیں
تو وہاں کے مرحلے کرتا ہے طے ‏ دن بہ دن اور ہفتہ ہفتہ پے بہ پے
قیمتی اشیا ہیں تیری پشت پر ‏ تاجروں کا ریشم اور شاہوں کا زر
تودہ تودہ تیرے اوپر لد رہا ‏ ہے بھرا گویا جہازِ پُربہا
جب کہ ہفتے چند جاتے ہیں گذر ‏ اور تھکا دیتا ہے راکب کو سفر
اونٹ گھبراتا نہیں تو بار سے ‏ دیکھتا ہے اس کی جانب پیار سے
گویا کہتا ہے کہ اے میرے سوار ‏ ایک دن تو اور بھی ہمّت نہ ہار
راہ میں کم ہمتی سے مت پھسل ‏ صاف سرچشمہ ہے آگے بڑھ کے چل
مجھ کو آتی ہے ہوا سے بوئے آب ‏ نا امیدی سے نہ کر تو اضطراب
اونٹ تو کرتا ہے اس کی رہبری ‏ یوں بنا دیتا ہے راکب کو جری
آخرش منزل پہ پہنچاتا ہے تو ‏ اور سوکھے خار و خس کھاتا ہے تو
صبر سے کرتا ہے طے راہِ دراز ‏ سچ کہا ہے "تو ہے خشکی کا جہاز"
الغرض تو ہے حلیم و خوش خصال ‏ تربیت میں چھوٹے بچّوں کی مثال

یاد کرو تلفظ اور معنی

حَلِیْم مَرْحَلَہ اِلْحَان رَاکِب خِصَال لَق و دَق بَہَا جَرِی

عقل

(۵۱)

جو قوتیں خالق عالم نے ہم کو عطا فرمائی ہیں ان میں عقل کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے۔ ہمارے جتنے کام ہیں وہ عقل ہی کی امداد سے پورے ہوتے ہیں۔ جسم کی حفاظت

۲ - برخلاف اور قوی کے یہ قوت مرکب ہے اور اسی واسطے لامسہ سے متعدد کیفیتوں کا ادراک ہوتا ہے - چنانچہ اشیاء کی سختی و نرمی حرارت و برودت ہمواری ناہمواری کو یہ قوت محسوس کرتی ہے - اگر قوت لمس نہ ہوتی تو ہم آگ اور برف میں بجز رنگ و شکل کے کچھ فرق نہ کر سکتے -

۳ - بعض کیفیات کا ادراک لامسہ اور باصرہ کے درمیان مشترک ہے مثلاً ابعاد ثلاثہ یا شکل کا حس دونوں سے ممکن ہے اگرچہ لامسہ کے فعل میں بہ نسبت باصرہ کے وقت زیادہ صرف ہوتا ہے لیکن اس نقصان کا معاوضہ ہم کو اس طرح مل جاتا ہے کہ لامسہ کی تحقیق زیادہ معتبر ہوتی ہے - چنانچہ طول و عرض اور حرکت و سکون کے ادراک میں آنکھ غلطی بھی کرتی ہے - مگر ہاتھ سے چھوکر معلوم کرلو تو پھر مغالطہ کی گنجائش نہیں رہتی -

۴ - جن کی قوت بینائی مفقود ہو جاتی ہے - وہ اکثر کاموں میں آنکھ کا قائم مقام ہاتھ کو بنا لیتے ہیں - مہذب ملکوں میں اندھوں کی بھی تعلیم ہوتی ہے - انکے واسطے ابھرے ہوئے حروف کی کتابیں چھاپی گئی ہیں - جن کو ہاتھ سے ٹٹول کر اسی طرح پڑھتے ہیں - جس طرح تم قوتِ باصرہ کے عمل سے پڑھتے ہو -

یاد کرو تلفظ اور معنی

بُہرہ یابُ	کفِ دَسْتُ	لَمْسُ	مُتَعَدِّدُ	اَبْعادِ ثَلاثَہ
کفِ پَا	فَرْقُ	بُرُودَت	مُعَاوَضَہ	مَفْقُودُ

(۵۰)	اونٹ	از مؤلف

اونٹ تو ہے بس حلیم و خوش خصال	تربیت میں چھوٹے بچوں کی مثال
تیری پیدائش رفاہِ عام ہے	آدمی کے واسطے آرام ہے

اس کا مزہ چکھ لیتی ہے اور جو مزہ پاتی ہے۔ تلخ، شیریں، ترش، شور، تیز و تند وغیرہ اس کی اطلاع بذریعہ اعصاب دماغ کو پہنچاتی ہے۔

۲۔ جب چیز کے ذائقہ کا ادراک ہو جاتا ہے۔ تو عقل اس امر کا فیصلہ کرتی ہے کہ وہ شے کھانے کے قابل ہے یا نہیں لیکن غذا کی خوبی محض مزہ پر موقوف نہیں بلکہ اس کی بو بھی خوش آیند اور موافق طبع ہونی چاہیے۔ کیونکہ بدذائقہ اور بدبو اشیاء کو معدہ قبول نہیں کرتا اسی حکمت سے صانع مطلق نے ذائقہ اور شامہ کا موضع قریب قریب تجویز کیا ہے کہ شامہ ذائقہ کی امداد باسانی کر سکے بلکہ غذا کا حسن و قبح اس کے رنگ سے بھی متعلق ہے۔ اس لئے سب سے پہلے قوتِ باصرہ اس کا امتحان کر لیتی ہے۔ مثلاً پانی میلا یا مکدر ہو۔ تو بغیر چکھے اور سونگھے عقل اسکے ناقابل ہونے کا حکم لگا دیتی ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

صَانِع مَوضَع مِعْدَہ مُکَدّر خوش آیند

(۴۹) قوّت لامسہ

۱۔ دیگر قویٰ کے لئے تو آلات معین ہیں۔ مگر لامسہ کے لئے کوئی عضو مخصوص نہیں بلکہ تمام جلد بدن کم و بیش اس قوت سے بہرہ یاب ہے۔ کفِ پا سے لے کر فرقِ سر تک کسی موضع پر کوئی اذیت یا ناملائم کیفیت پیش آتی ہے تو فوراً اس کی اطلاع دماغ کو پہنچتی ہے اور عقل اس کی تدبیر کرتی ہے۔ پس حکیم مطلق نے اس قوت کو جسم کی حفاظت کا وسیلہ بنایا ہے۔ لیکن کسی شے کے لمس کی ضرورت ہوتی ہے تو بیشتر ہم اپنے کفِ دست سے کام لیتے ہیں۔

اس میں بھی مغالطہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ صدائے زلزلہ زمین، بہت کم تشخیص میں آتی ہے۔ اکثر اختلاف رہتا ہے۔ کوئی شخص شمال سے جنوب کو معلوم کرتا ہے اور کوئی مشرق سے مغرب کو۔ الغرض صاحب آواز اور سمت آواز کا ادراک قدرتی نہیں ہے۔

۴۔ آواز کے متعلق ایک حیرت افزا بات یہ ہے کہ جس طرح انسانوں کے شباہت و بشرہ میں باہم اختلاف ہے اسی طرح ایک دوسرے کی آواز بھی ضعف و قوت اور لہجہ کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔ اس میں خداوند عالم کی یہ حکمت ظاہر ہوتی ہے کہ انسان کو انسان کی شناخت میں آسانی ہوتی ہے۔

۵۔ زبان سے مختلف آوازوں کے پیدا کرنے کی قابلیت اگرچہ بعض حیوانات میں بھی ہے۔ مثلاً طوطے مینا میں۔ لیکن نوعِ انسان میں سب سے زیادہ ہے اور اسی قابلیت کی وجہ سے انسان نے اصواتِ مختلفہ کو اپنے خیالات کا قائم مقام بنایا اور ناطق کہلایا۔ نطق بڑی نعمت ہے۔ اسی کی بدولت اپنے باریک سے باریک خیالات اور اکثر کیفیتیں جو اس کے دل میں گزرتی ہیں ایک دوسرے کو سمجھا دیتا ہے اور یہ بڑا وسیلہ اس کے علم و کمال کی ترقی کا ہے

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

تلاطم	تشخیص	لہجہ	سمع	مغالطہ
اصوات	بشرہ	نطق	سماعت	شباہت

قوّتِ ذائقہ

۱۔ ذائقہ کا آلہ زبان ہے اور زبان کا تعلق معدہ سے ہے بلکہ زبان درحقیقت اس کا ابتدائی حصّہ ہے۔ جو غذا معدہ میں جاتی ہے اوّل زبان

(۴۷) قوّتِ سامعہ

۱۔ سماعت کا آلہ کان ہے۔ جس کے تین حِصّے ہیں۔ بیرونی حصّہ ہوا امواج کو جمع کر کے درمیانی حِصّے میں پہنچاتا ہے وہاں پہونچ کر امواج ہوا میں تیزی پیدا ہوتی ہے۔ پھر تیسرے حِصّے میں عصب سمع کو تحریک ہوتی ہے پھر وہ تحریک دماغ میں داخل ہو کر آواز کی کیفیت سے اطلاع دیتی ہے پہلے اور دوسرے حصّے کے درمیان میں ایک طنبور جھلی کا بنا ہوا ہے جس پر اوّل صدمہ ہوا کی موج کا پڑتا ہے۔ جو چند وسیلوں سے دماغ تک جا پہنچتا ہے۔

۲۔ آواز ایک حرکت ہے جو ہوا کے ذروں میں تلاطم پیدا کرتی ہے۔ اسی واسطے قدرت نے ہوا کو ایسا لطیف بنایا ہے کہ ایک ادنیٰ صدمہ کے اثر سے اس میں ہل چل پڑ جائے، اگر یہ وصف ہوا میں نہ ہوتا تو آواز پیدا ہی نہ ہوتی اور ہم صوت و صدا کی حس سے بے بہرہ رہتے۔

۳۔ آواز کو سن کر ہم اکثر شناخت کر لیتے ہیں کہ وہ کس شخص یا کس چیز کی ہے۔ اور اس کی سمت بھی دریافت کر لیتے ہیں لیکن یہ قوت سامعہ کا کام نہیں بلکہ اس تجربہ پر موقوف ہے جو ہم کو سماعت کے بعد حاصل ہوتا ہے ہم کو بار بار کے تجربہ سے اٹکل ہو جاتی ہے کہ فلاں شخص یا چیز کی آواز کا یہ انداز ہے اسی قیاس پر آواز سے صاحب آواز کو پہچان لیتے ہیں اور جب دو آوازوں میں نہایت مشابہت ہوتی ہے تو ہمارا قیاس غلطی کر جاتا ہے بعض آدمی اصوات حیوانات کی ایسی نقل کرتے ہیں کہ سامعین کو اصل و نقل میں ذرا تمیز نہیں ہوتی اسی طرح سمت آواز کی شناخت بھی تجربہ پر منحصر ہے۔ اور

پیدا نہیں ہوتی اس لئے ہمارا دماغ اس دھیمی روشنی کو محسوس نہیں کرتا اگرچہ
روشنی موجود ہوتی ہے لیکن ہم کو محض تاریکی معلوم ہوتی ہے ۔

۵ ۔ جب کسی چیز سے شعاعیں منعکس ہوکر ہماری آنکھ کے اندر پہنچتی ہیں
تو اس شئے کی تصویر فوراً تیار ہو جاتی ہے اور دماغ اصل شئے کے رنگ، شکل،
موقع اور جہت کو معلوم کر لیتا ہے ۔

۶ ۔ رنگ کا ادراک بغیر آنکھ کے کسی طرح ممکن نہیں ۔ البتہ شکل و صورت
کا علم حس لامسہ کے وسیلے سے بھی ہو سکتا ہے مگر صرف انہیں اشیا کی صورت
کا جن تک ہاتھ کی رسائی ممکن ہے چنانچہ ایک بے بصر آدمی گیند، گلاس،
صندوق اور چارپائی کی شکل کو ٹٹول کر پہچان لیتا ہے ۔ مگر ایک بڑی جماعت
یا قلعہ یا شمس و قمر کو وہ بیچارہ کہاں معلوم کر سکتا ہے ۔

۷ ۔ یہ عظمت و قدرت تو خداوند تعالیٰ نے قوت باصرہ ہی کو عطا فرمائی
ہے کہ وہ آن کی آن میں آسمان، ستارے، پہاڑ، میدان، دریا، سمندر، ابر،
دھوپ اور چاندنی کے وجود سے ہم کو اطلاع دیتی ہے ۔ اگر انسان کو یہ عجیب و
غریب قوت عطا نہ ہوتی تو وہ اس قدرتی کتاب یعنی مظاہرۂ عالم کے مطالعہ
سے بالکل محروم رہتا اور اس کی معلومات کا دائرہ نہایت تنگ و محدود
ہو جاتا ۔ غرض جو علم ہم کو قوتِ باصرہ کی مدد سے حاصل ہوتا ہے وہ بہ نسبت
دوسرے حواس کے زیادہ وسیع و مفید اور قابلِ یقین ہوتا ہے ۔

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

غَضَب	مُشتَعِل	مُنعَکِس	ظَاہِر	قَمَر
مَحو	بَصَارَت	بے بَصَر	شَمس	وَسِیع

ہو جاتی ہے۔

—— یاد کرو تلفظ اور معنی ——

آلہ طَعَام اَعْصَاب عُنْبُر بُوْل

جَوْف فَصْل قَبض اِدْرَاک بُرَاز

(۴۶) قوّت بَاصِرہ

۱۔ باصرہ کا آلہ آنکھ ہے۔ جب آنکھ کے اندرونی پردہ میں روشنی کی شعاع پہنچتی ہے۔ تو وہ عصب میں ایک تحریک پیدا کرتی ہے جب وہ تحریک دماغ میں داخل ہوتی ہے تو دماغ روشنی کو محسوس کرتا ہے۔

۲۔ روشنی کا اثر آنکھ کے پردے میں سے فوراً محو نہیں ہو جاتا۔ بلکہ ایک سکنڈ کے آٹھویں حصہ تک قائم رہتا ہے۔ چنانچہ بجلی چمک کر فوراً غائب ہو جاتی ہے۔ مگر اس کی روشنی کا اثر ہماری آنکھ کے اندر تھوڑی دیر تک باقی رہتا ہے اور ہم اس کو محسوس کرتے ہیں۔

۳۔ اگر تم ایسی لکڑی کو گھماؤ جس کے دونوں سرے مشتعل ہوں تو بالضرور تم کو شعلہ کا ایک چکر نظر آئے گا۔ سبب یہ ہے کہ اوّل نقطے سے جو روشنی آنکھ میں پڑی وہ ہنوز باقی ہے کہ دوسرے نقطے سے پہنچی یہاں تک کہ آنکھ میں شعاعوں کا ایک دائرہ بن گیا۔ اسی قاعدے کے مطابق ہم کو آسمان میں تارے بکثرت نظر آیا کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ تعداد میں اتنے کثیر نہیں ہیں اسی طرح قندیل کے اندر چند تصویریں جب کہ تیزی کے ساتھ گردش کرتی ہیں تو اس کی تعداد ہم کو اصل تعداد سے بہت زیادہ معلوم ہوا کرتی ہے۔

۴۔ آنکھ میں ایک یہ بھی خاصیت ہے کہ جب ہم تیز روشنی کو تھوڑی دیر تک دیکھ کر دھیمی روشنی پر نظر ڈالتے ہیں تو عصب بصارت میں مطلق تحریک

ہے۔ جب بودار اشیاء کے باریک ذرّے ناک کے اندر داخل ہو کر اعصاب پر ایک خاص اثر پیدا کرتے ہیں تو اس کی خبر دماغ کو پہنچتی ہے۔ اور وہ خوشبو اور بدبو کو محسوس کرتا ہے۔ کوئی بدبو دار شے جو ہماری نظر سے پوشیدہ ہو۔ اس کے وجود کا علم اور اس کی یہ صفت کہ خوشبو ہے یا بدبو اسی قوت کے ذریعہ سے ہم کو معلوم ہوتی ہے۔

۲۔ ناک کا موقع منہ کے متصل ہے اس لئے جو آب وطعام منہ کی راہ سے حلق میں اور حلق سے شکم میں داخل ہوتا ہے۔ اس کی بو کی جانچ بہت آسانی سے بلا تکلّف ہو جاتی ہے اگر ان دونوں میں زیادہ فصل ہوتا تو بڑی دقّت پیش آتی۔

۳۔ ہمارے واسطے نہایت ضروری چیز ہوا ہے۔ جس کے بغیر ہم ایک دم بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ مگر اس میں نہ کوئی مزہ ہے کہ قوت ذائقہ اس کے نیک وبد کو پرکھ لے۔ نہ کوئی رنگ ہے کہ قوتِ باصرہ اس کے حسن و قبح کو محسوس کرلے۔ صرف قوت شامہ ہی اس کی برائی بھلائی کا ادراک کراتی ہے۔ اسی حکمت سے قدرت کاملہ نے ہوا کے آمد و شد کا رستہ حلق اور ناک کو بنایا ہے۔

۴۔ یہ ہی قوت ہم کو گل وثمر اور مشک وعنبر کی خوشبو سے فیضیاب کرتی اور دل ودماغ کو راحت پہنچاتی ہے۔ یہ ہی قوت ہم کو بول وبراز اور تمام بدبودار اشیا کی مضرت سے محفوظ رہنے کا موقع دیتی ہے جب کسی وجہ سے یہ قوت زائل ہو جاتی ہے تو بو کے لحاظ سے مشک اور لہسن میں کچھ تمیز نہیں ہوتی زکام کی حالت میں جب کہ ناک کے بالائی حصّہ میں بلغم اور رطوبت بھر جاتی ہے۔ اور ہوا کا گزر وہاں تک نہیں ہوتا تو بُو کی تمیز دشوار

یاد کرو تلفظ اور معنی

اَغیار	جلوہ گستر	مفتوں	سَلَف	نکہت
صِلہ	وحشت انگیں	رم	عسل	یزداں
جلو	شبگوں	دل دوز	طینت	عُریاں
آشتی	افسوں	زہر ہلاہل	جمہور	انصار

(۴۴) حواس خمسہ

۱۔ حواس کے وسیلے سے حیوانات کو اپنے جسم کی حالت اور خارجی اشیاء کی موجودگی کا علم حاصل ہوتا ہے۔ لیکن تمام حیوانات میں یکساں تعداد حواس کی نہیں پائی جاتی۔ جن کے جسم کی ساخت سادہ اور اعضا کم ہیں۔ ان میں حواس بھی کم ہیں۔ چنانچہ بعض کیڑوں کو قوت باصرہ اور شامہ کا حصہ نہیں ملا۔ لیکن جن حیوانات کے جثہ کی بناوٹ زیادہ پیچدار ہے ان کے بدن میں مختلف قسم کے اعضاء موجود ہیں ان کو قدرت نے حواس بھی زیادہ عطا فرمائے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ تعداد حواس کی پانچ ہے۔ یعنی شامہ، باصرہ، سامعہ، لامسہ، ذائقہ اور یہ کامل تعداد نوع انسان میں پائی جاتی ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

شامّہ	باصِرہ	سامِعہ	لامِسہ	ذائقہ

۴۵ قوّت شامّہ

۱۔ شامہ کا آلہ بینی ہے۔ مگر جوف بینی کے بالائی حصہ میں یہ قوت محدود

ہوتا نہ ہرگز جگ میں اجالا ‎ حق کا نہ ہوتا اگر بول بالا
اے راست گوئی! اے ابرِ رحمت ‎ ہے اس چمن میں سب تیری برکت
گر تو نہ ہوتی یاں سایہ افگن ‎ برباد ہوتا کب کا یہ گلشن

عالم ہے سرسبز تیرے قدم سے ‎ آباد یہ گھر ہے تیرے دم سے
باغِ جہاں کو چھانٹا ہے تو نے ‎ اکثر خزاں کو ڈانٹا ہے تو نے
تو بیکسوں کی یاور رہی ہے ‎ تو گمرہوں کی رہبر رہی ہے
جن بستیوں میں تو چھائی ‎ کھیتی انھیں کی یاں لہلہاتی
بند اپنی جس جا تو نے زباں کی ‎ نکبت نے منزل آکر وہاں کی
ہوتے رہے ہیں سب ملک و ملت ‎ سرسبز تجھ سے نوبت بہ نوبت
مشرق میں جب تھی تیری حکومت ‎ چھائی ہوئی تھی مغرب میں ظلمت
جب دور تیرا مغرب میں آیا ‎ مغرب کو تو نے مشرق بنایا
کھلتے رہے ہیں گل تیرے ہر سو ‎ مہکی ہے اکثر یاں تیری خوشبو

گو تجھ میں تلخی حد سے سوا ہے ‎ پر تیری دارو صحت فزا ہے
گو علم کی تو ہے زندگانی ‎ پر جہل تیرا دشمن ہے جانی
جاہل ہمیشہ تجھ سے لڑے ہیں ‎ ناداں ہزاروں تجھ سے اڑے ہیں
لاکھوں بلائیں آئی ہیں تجھ پر ‎ اکثر گھٹائیں چھائی ہیں تجھ پر
ملکوں نے تجھ پر حملے کئے ہیں ‎ قوموں نے تجھ سے بدلے لئے ہیں
اے کلمۂ حق! اے سرِّ یزداں ‎ جس وقت ہو تو پردہ سے عریاں
ہوں تیرے جس دم انصار تھوڑے ‎ دشمن بہت ہوں اور یار تھوڑے

عالم ہو تیرا جب ناشناسا
حالیؔ کو رکھیو اپنا شناسا

جس سرزمیں میں پانی ہے عنقا
تو چھیڑتی ہے واں ذکر دریا

سانپوں کو خطرہ پانی جہاں ہے
اندھوں کے آگے کرتی فغاں ہے

طوفاں کی آہٹ پہلے سے پاکر
بیڑوں میں چرچا کرتی ہے جاکر

بلبل ہے گل پر جب چہچہاتی
اس دم خزاں سے تو ہے ڈراتی

پاتی ہے گھر میں جب کچھ دھواں تو
آگ آگ کا غل کرتی ہے واں تو

جب دیکھتی ہے تو ہیں بگڑتی
ہے آگ میں تو قوموں کے پڑتی

کرتی ہے ظاہر ان کی خطائیں
دیتی ہے ان کو پیچیدہ راہیں

گر منعموں پر ہے تو برستی
گر جھاڑتی ہے مفلس کی مستی

دیتی ہے طعنے بے غیرتوں کو
کرتی ہے رسوا بے عزتوں کو

للکارتی ہے تو کاہلوں کو!
پھٹکارتی ہے تو جاہلوں کو

جھڑکی ہے تیری عادت میں داخل
ترشی ہے تیری طینت میں داخل

بگڑے ہیں تجھ سے دل بے نہایت
لاکھوں نے کی ہے تیری شکایت

یاں نام تیرا جس نے لیا ہے
عالم کو اپنا دشمن کیا ہے

پہنچایا جس نے پیغام تیرا
جمہور میں وہ بدنام ٹھہرا

اے کلمۂ حق! تیری بدولت
مردوں پہ گزری کیا کیا مصیبت

ٹھہرے جہاں میں بیگانے سب سے
تجھ پر ہوئے وہ دیوانے جب سے

دنیا نے ان پر گو ظلم توڑا تو
دامن انھوں نے تیرا نہ چھوڑا

ہے تلخ و شیریں ہر بات تیری
سننے میں کڑوی کہنے میں میٹھی

کانوں کو تو ہے گو ناگوارا!
منہ سے نکلنا تیرا ہے پیارا

جو حرف حق سے بھاگے بگڑ کر
حق ان کو لایا گردن پکڑ کر

حق کے سبب آخر طالب ہوئے ہیں
تب حق کے دعوے غالب ہوئے ہیں

اے راستگوئی تو وہ ہے افسوں
منکر بھی دل سے ہیں جس پہ مفتوں

تلخی میں تیری طرفہ مزا ہے
ہر دل میں چبھتی تیری ادا ہے

تو نے جہاں دی آواز جا کر
لاکھوں سر اُٹھے تیری صدا پر

ہوتی ہے دھیمی پرواز تیری
بڑھتی ہے کم کم آواز تیری

پھر دوڑتی ہے یوں مرد و زن میں
جس طرح آتش لگتی ہے بن میں

آہٹ سے تیری کرتے ہیں جو رَم
ہیں گدگداتے دل ان کے ہر دم

جُوں جوں وہ زد سے کرتے ہیں دوری
ضرب ان پہ تیری پڑتی ہے پوری

جاتا ہے آہو جب چوٹ کھا کر
گرتا ہے آخر کچھ دور جا کر

تجھ سے بھی جو ہیں وحشی بدکتے
پھر پھر کے تجھ کو جاتے ہیں تکتے

گو حق کی تلخی پائے ہوئے ہیں
پر چوٹ دل پر کھائے ہوئے ہیں

بھاگے ہیں کھا کر زخم نہاں وہ
جائیں گے بچ کر تجھ سے کہاں وہ

دل دوز ہیں سب تیری ادائیں
کڑوی ہیں ساری تیری دوائیں

زہر ہلاہل برسوں پئیں جب
بیمار تیرے پائیں شفا تب

دیتی ہے اوّل تو زخم کاری
مرہم کی آخر آتی ہے باری

کل ہے مسرت ہے آج غم تو
دیتی ہے امرت کہتی ہے سم تو

ہوتی ہے سچ سے جب سب کو نفرت
تو، جھوٹ پرواں کرتی ہے لعنت

جس جا تعصب ہے عین ایماں
انصاف کا غل کرتی ہے تو واں

رسمِ سلف پہ مرتے جہاں ہیں
رسموں پہ حملے تیرے وہاں ہیں

جس ملک میں ہے جاری غلامی
ہوتی ہے واں تو بردوں کی حامی

غل بھیڑیوں کا پڑتا جہاں ہے
تو بکریوں کا واں پاسباں ہے

زہر اُس عسل کو ہے تو بناتی
جس میں حلاوت ہے سبکو آتی

آفاق مَراحِل گُلگشت بَزمِ گاہ طُرّہ

(۳۴) **راست گوئی** مولانا خواجہ حالی

اے راست گوئی کیا قہر ہے تو، اے حق کی تلخی کیا زہر ہے تو،
یاروں کو کرتی اغیار تو ہے چلواتی گھر گھر تلوار تو ہے

رشتے ہزاروں تو نے تڑائے باپوں سے بیٹے تو نے چھڑائے
تو نے صلے میں بخشے ہیں اکثر سولی کے اور رنگ کانٹوں کے افسر

خونخوار لشکر ہیں ساتھ تیرے رنگیں لہو سے ہیں ہاتھ تیرے
تیری جلو میں رسوائیاں ہیں سنگت میں تیری تنہائیاں ہیں

تو آشتی کی رہتی ہے دشمن تو مصلحت سے رکھتی ہے اَن بَن
قطع و برش ہے تاثیر تیری رہتی ہے ننگی شمشیر تیری

ہوتی ہے جس جا تو، جلوہ گستر دفتر بہت سے ہوتے ہیں ابتر
پڑتی ہے ہل چل ہر مرحلے میں آتی ہے دنیا اک زلزلے میں

اے راست گوئی! اے تیغ بُرّاں تیرا مخالف کیوں ہو نہ دوراں
سب وحشت آگیں مضموں ہیں تیرے نت مصلحت پر شبخوں ہیں تیرے

گن تیرے جن پر ظاہر ہوئے ہیں وہ تیری دھن میں آخر موئے ہیں
امڈا جہاں سے سیلاب تیرا کشتی وہاں پھر ٹھیری نہ بیڑا

اٹھتی ہیں دل سے جب تیری موجیں ہوتی ہیں نازل واں حق کی فوجیں
عظمت جہاں ہے تیری سمائی ہیبت وہاں ہے نظروں میں رائی

شاہوں سے گردن جھکتی نہیں واں طوفاں میں کشتی رکتی نہیں واں

بہت کھونڈے ہیں کوہ و دشت تو نے — کیا بحرین کا گلگشت تو نے
محیطِ ارض ہے تو اے سبک پا — تری موجیں رواں ہیں مثل دریا
رواں ہے تیری موجوں میں یہ آواز — تو ہی کانوں میں ہے ہنگامہ پرواز
نہ پہنچے تو اگر تا پردۂ گوش — سب آوازیں رہیں پردہ میں روپوش
ہمیں تیری ضرورت ہے بہر طور — نہیں ایسی ضروری شے کوئی اور
اگر اک لمحہ گزرے ہم پہ تجھ بن — تو ہو جائے تنفس غیر ممکن
تو ہی ہے اے نسیم صبح گاہی — مثالِ رحمتِ عام الٰہی
جہاں میں ہیں ترے الطاف حاوی — امیروں اور غریبوں پر مساوی
اگر تو خشمگیں اے تند خو، ہو — نہ و بالا جہاز جنگ جو، ہو
کبھی دریا میں لے جائے بہا کر — کبھی ساحل پہ دے پٹکے اٹھا کر
اڑاتی ہے اسے تو راہ بے راہ — جہاز آگے ترے مثلِ پرِ کاہ
معاذ اللہ! ترا طوفاں غضب ہے — تری تیزی نشان قہر رب ہے
اجاڑا تو نے گلزار و چمن کو — ہلا ڈالا ہے جنگل اور بن کو
یہ چھیڑا نے میں کیسا راگ تو نے — نیستاں میں لگا دی آگ تو نے
خوشامد تیری خصلت میں نہیں ہے — تری تیزی برابر ہر کہیں ہے
اجاڑا اگر کسی مفلس کا چھپر — اکھاڑا خیمہ و خرگاہِ لشکر
نہ در گذرے غریبوں کے مکاں سے — نہ جھجکے طرۂ تاجِ شہاں سے
نہیں کچھ تجھ کو خوفِ شانِ سلطان — اڑایا پردۂ ایوانِ سلطاں
غرض دلچسپ تیری ہر ادا ہے — تری شوخی و چالاکی بجا ہے

یاد کرو لفظ اور معنی

آہنگ — قُطبین — بَحرین — تَنَفُّس — مَعاذَ اللہ

معلّم، اتالیق، منشی، ادیب	ہر اک فن کے استاد بیٹھے قریب
کیا قاعدے سے شروع کلام	پڑھانے لگے علم اس کو تمام
دیا تھا زِبس حق نے ذہن رسا	کئی سال میں علم سب پڑھ گیا
معانی و منطق بیان و ادب	پڑھا اس نے معقول و منقول سب
لیا ہاتھ جب خامۂ مشک بار	لکھا نسخ و ریحان و خط غبار
شکستہ لکھا اور تعلیق جب	رہے دیکھ حیراں اتالیق سب
کئی دن میں سیکھا یہ کسب تفنگ	کہ حیراں ہوئے دیکھ اہل فرنگ
سوا ان کمالوں کے کتنے کمال	مروّت کی خو آدمیت کی چال
رذالوں سے نفروں سے نفرت اسے	سدا قابلوں ہی سے صحبت اُسے
گیا نام پر اپنے وہ دلپذیر	ہر اک فن میں سچ مچ ہوا بے نظیر

یاد کرو تلفظ اور معنی

گیتی	مَنال	توَلّد	اِژدِحام	نَفَرا
گیتی پناہ	باج	خَلَف	بُردہ	ہِلال
حشمت	مَزرَع	خِراج	تُفنگ	اتالیق

(۴۲) بادِ مُراد — از مولّف

کر اے بادِ مراد! آہنگ آفاق	جہاز سست رو ہیں تیرے مشتاق
پھریرے کو اڑا کس بادباں کو	کہ دیکھیں ساحل ہندوستان کو
خلیج و آبنائے و بحر و ساحل	ترے دیکھے پڑے ہیں سب مراحل
مقام استوا سے تا بہ قطبین!	تجھے جنبش نہیں دیتی کبھی چین

جہاں تک کہ سرکش تھے اطراف کے
وہ اس شہ کے رہتے تھے قدموں لگے

رعیت تھی آسودہ و بے خطر
نہ غم مفلسی کا نہ چوری کا ڈر

ہنرمند واں اہل حرفہ تمام
ہر اک نوع خلقت کا تھا اژدحام

غنی واں ہوا جو کہ آیا تباہ
عجب شہر تھا وہ عجب بادشاہ

کسی طرح کا وہ نہ رکھتا تھا غم
مگر ایک اولاد کا تھا الم

وزیروں کو اک روز اس نے بلا
جو کچھ دل کا احوال تھا سو کہا

کہ میں کیا کروں گا یہ مال و منال
فقیری کا ہے میرے دل کو خیال

فقیر اب نہ ہوں تو کروں کیا علاج
نہ پیدا ہوا وارث تخت و تاج

بہت ملک پر جان کھویا کیا
بہت فکر دنیا میں سویا کیا

وزیروں نے کی عرض "اے آفتاب"
نہ ہو ذرہ تجھ کو کبھی اضطراب

یہ دنیا جو ہے مزرع آخرت
فقیری میں ضائع کرو اس کو مت

رکھو یاد عدل و سخاوت کی بات
کہ اس فیض سے ہے تمہاری نجات

عجب کیا جو ہووے تمہارے خلف
کرو تم نہ اوقات اپنی تلف

اسے فضل کرتے نہیں لگتی بار
نہ ہو اس سے مایوس امیدوار

گئے نو مہینے جب اس پر گزر
ہوا گھر میں شہ کے تولد پسر

محل سے لگا تا بدیوان عام
عجب طرح کا اک ہوا اژدحام

چلے لے کے نذریں امیر و وزیر
لگے کھینچنے زر کے توڑے فقیر

چھٹی تک غرض تھی خوشی ہی کی بات
کہ دن عید اور رات تھی شب برات

محل میں لگا پلنے وہ نونہال
بڑھے ابر ہی ابر میں جوں ہلال

لگا پھرنے وہ سرو جب پاؤں پاؤں
کئے بردے آزاد تب اس کے ناؤں

پلا جب وہ اس ناز و نعمت کے ساتھ
پدر اور مادر کی شفقت کے ساتھ

رائیگاں نہیں کھویا۔ بہت کچھ وقوف و تجربہ حاصل کیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ آیندہ ایک گاؤں بسا کر اس کے سواد میں زراعت کرتا نظر آئے گا۔

۲ ۔ آخرکار خانہ بدوش گلہ بانوں نے جہاں آب شیریں کے قدرتی چشمے، بہتی نہریں اور شاداب مرغزار پائے جن میں میوہ دار درختوں کی کثرت اور گھاس چارہ کی سرسائی تھی۔ وہاں زیادہ قیام کرنا پسند کیا اور رفتہ رفتہ رفتہ وہ ایک جگہ اقامت گزینی کے خوگر ہونے لگے۔ اور جو دانہ دار گھاسیں اطراف و جوانب میں پائی تھیں ان کے تخم اپنے قیام گاہ کے قرب و جوار میں بکھیر دیئے۔ خدا نے اس کام میں برکت دی کھیتی اُگی بڑھی اور پک کر تیار ہوگئی۔ غلہ انسان کے کام آیا اور بھوسہ مویشی نے کھایا۔

۳ ۔ اب سفری خیموں کی کچھ حاجت نہ رہی تھی اس لئے گلی دیواریں بنا کر چھپر چھائے۔ یا لکڑیاں پاٹ کر چھت بنائی اور کئی کئی خاندان ایک جگہ آباد ہو گئے۔ وہی آبادی ترقی پا کر گاؤں سے قصبہ اور قصبہ سے شہر بن گئی اور نسلِ انسانی وحشت سے نکل کر سرحدِ تہذیب میں داخل ہوگئی۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

خَانَہ بَدوش   شَادَاب   سِیرحَاصِل   سَوَاد   اِقَامَت گزِینی

(۳۱) داستان — میر حسن

کسی شہر میں تھا کوئی بادشاہ
کہ تھا وہ شہنشاہ گیتی پناہ

بہت حشمت و جاہ مال و منال
بہت فوج سے اپنی فرخندہ حال

کئی بادشاہ اس کو دیتے تھے باج
خطا و ختن سے وہ لیتا خراج

بن گیا۔ جانوروں کی پرورش اور تیمارداری میں اور ان کے مطیع کرنے اور سدھانے میں اور ان کے لئے عمدہ چارہ بہم پہنچانے میں بہت کچھ سلیقہ اور تجربہ حاصل کیا۔

۶۔ اب وہ شکاریوں کی طرح صرف ہتھیاروں ہی کا مالک نہیں ہے بلکہ مویشی کو وہ بہت عزیز رکھتا ہے اور اس کو اپنا دھن دولت سمجھتا ہے۔ اونٹ، بیل، گھوڑے، گدھے اس کے مرکب ہیں۔ اب وہ ایسا شہسوار ہے کہ گھوڑے پر سوار ہوکر نیزہ بازی اور تیر اندازی کرتا ہے۔ خونخوار شیروں اور مست ہاتھیوں کو للکار کر مارتا ہے۔ گینڈوں اور ارنے بھینسوں کا شکار کرتا ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

بَہَائِم لَذِیذ مِہَارُ مَرغُزارُ تِیمَار

دہقان

۱۔ اب ہمارا خانہ بدوش گلہ بان عنقریب دہقان بنا چاہتا ہے مویشی کی پرورش کے لئے اس نے دور دور کے میدان میں گشت لگایا ہے۔ اور مختلف اقسام کی گھاس پات اس کی نظر سے گزر چکی ہے۔ اس کو ان گھاسوں کا پتہ لگ گیا ہے جن کے کھانے سے مویشی خوب تازہ توانا ہو جاتی ہے اور دودھ بھی افراط سے دینے لگتی ہے۔ اس نے خود بھی اس کے دانے نکال کر کھائے ہیں۔ اور اپنی غذا کے لئے ان کو بہت موافق و مناسب پایا ہے۔ اس نے تخم ریزی کا وقت غلہ پکنے کا موسم قابل زراعت زمینیں سیر حاصل میدان دریافت کر لئے ہیں۔ غرض اس نے اپنا سیر و سفر

یاد کرو تلفظ اور معنی

بِرہنہ تن	گَزَندَہ	مُسَلَّح	صَیدافگنی	پلس خوردہ

گلّہ بان

۱۔ صیادی میں ترقی کرتے کرتے اب انسان ایسا مشاق اور چالاک ہو گیا کہ بعض بہائم کو زندہ گرفتار کرکے بطور ذخیرہ رکھنے لگا اس وقت تجربہ ہوا کہ بھیڑ بکریاں وغیرہ جو اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں ان کا دودھ انسان کے لئے بھی نہایت لطیف و لذیذ اور نفیس اور قوی غذا ہے۔ پھر تو اس نے اس قسم کے جانوروں کو پالنا اور وحشیوں کو اہلی بنانا شروع کیا یہاں تک کہ بھیڑ، بکری، گائے بھینس وغیرہ کے گلے جمع کرلئے

۲۔ ان کے علاوہ بعض جانور ایسے بھی پائے جو سواری اور بار کشی کے لئے نہایت موزوں معلوم ہوئے۔ پس اونٹ گھوڑے اور گدھے کو گرفتار کیا۔ اور مہار و لگام لگا کر ان کو سدھایا اور کام لیا۔

۳۔ اب مویشی کے چرانے کی غرض سے اپنا ٹانڈا ساتھ لئے ہوئے ایک میدان سے دوسرے میدان کی طرف اور دوسرے سے تیسرے کی طرف کوچ کرنا اور سبز و شاداب چراگاہوں اور مرغزاروں کی جستجو لازم آئی۔

۴۔ اس نقل مکان کی ضرورت سے اس نے چمڑے اور سرکنڈوں کے ہلکے خیمے اور سائبان ایسے تیار کرلئے جن میں گرمی سردی اور باد و باراں کی تکالیف سے پناہ ملے اور بوقت کوچ مویشی پر لاد کے لے جانا بھی آسان ہو

۵۔ اس طرح انسان وحشی سے صیاد سے گلہ بان یا چرواہا یا پارتی

شکاری

۱ ۔ اس برہنہ تن وحشی انسان کی پہلی ملکی مہم یہ تھی کہ وہ درندوں گزندوں اور وحشی جانوروں کو جو خدا کی زمین پر قابض تھے مار نکالے اور مغلوب کرے ۔ اس معرکے کے لئے اُسے ضرورت پڑی کہ اپنے کمزور ہاتھوں کو کسی اور چیز سے قوت دے پس پہلا ہتھیار جو اس کو دستیاب ہوسکا لکڑی پتھر یا مردہ جانوروں کی ہڈیاں تھیں ۔

۲ ۔ رفتہ رفتہ اس نے سخت پتھروں کو گھس گھسا کر ان میں نوک اور دھار پیدا کی ۔ اور بڑے بڑے جانوروں کا شکار کرنے لگا ان سے خوراک بھی حاصل کی اور ان کے پوست کو اپنی پوشاک بنایا ۔ مگر صید افگنی کی بڑی مشق و مہارت انسان کو اس وقت حاصل ہوئی ۔ جب کہ وہ لوہے کے ہتھیار بنانے لگا ۔

۳ ۔ غرض اس وحشیانہ حالت سے کہ بھٹوں کے اندر رہنا اور کیڑے یا بنا سینکی کھاتا تھا ۔ ترقی کرکے وہ ایک مسلح دلاور شکاری بن گیا ۔ اس شکار کا بچا کھچا اور اس کا پس خوردہ کھا کر کتے بلی مانوس ہو گئے کہ وہ درندوں کی جماعت کو چھوڑ انسانی گروہ کے آس پاس رہنے لگے ۔

طرزِ معاش کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ یا تو وہ ایسے عالم توحش میں پایا جاتا ہے کہ اس کی زندگی حیوان مطلق سے بھی بدتر معلوم ہوتی ہے۔ یا وہ ایسی مہذب حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ اشرف المخلوقات کا خطاب اس پر صادق آتا ہے۔

۲ ۔ کوئی جماعت شروع ہی سے تربیت یافتہ پیدا نہیں ہوئی بلکہ ابتداءً ہر ایک نسل وحشی صفت اور بے ہنر تھی وہ اپنی حفاظت اور تحصیل معاش اسی انداز سے کرتے تھے جیسے اکثر مسکین چوپائے کرتے ہیں۔ اس وقت ہوا اور روشنی کے سوا جو قدرت نے بلا محنت عطا کی ہیں۔ انسان کو سب سے مقدم آب و طعام کی تلاش تھی سو رفع تشنگی کے لئے تو جھیل چشمے، ندی، نالے بہت تھے مگر پیٹ پالنے کے لئے صحرائی درختوں کے گرے پڑے پھل اور جڑی بوٹی یا چھوٹے چھوٹے جانوروں کے سوا جو ادنیٰ مشقت سے میسر آسکتے ہیں اور کیا دھرا تھا؟ غرض دنیا کے خوانِ نعمت پر پہلی ضیافت حضرت انسان کی یہ تھی۔

۳ ۔ موسموں کی سختی اور دشمنوں کے حملے سے بچنے کے لئے نہ اس کی کھال پر بھیڑ کے سے بال تھے۔ نہ انگلیوں میں شیر کے سے ناخن نہ طائروں کے سے بال و پر تھے کہ ہوا میں پرواز کرکے اپنی جان بچاتا۔ اس عالم مجبوری میں درختوں کے جوف اور کوہ و بیابان کے غار و شگاف سے بڑھ کر اس کے واسطے کونسا خانۂ بے تکلف تھا۔ جس میں آرام پاتا، ایک مدت تک اسی طور سے بسر کرتا رہا۔

یاد کرو لفظ اور معنی

طَرزِ معاش تَوَحُّش مُہَذَّب اَشرَفُ المَخلُوقات جَوف

۳ ۔ ایک نسل اس ہیئت کی ہے کہ رنگ زردی مائل رخسار پچکے ہوئے، قد کوتاہ اور ہڈیاں چوڑی چکلی یہ نسل مغل کہلاتی ہے۔ ان کا مسکن اصلی ملک منگولیا تھا۔ مگر اب وہ تین چوتھائی اور کچھ حصّہ یورپ میں آباد ہیں اور اہل امریکہ بھی اسی نسل سے خیال کئے جاتے ہیں مگر ان کا رنگ تانبڑا ہے اور بقول بعض اہل ملایا بھی اسی جماعت میں داخل ہیں۔

۴ ۔ ایک نسل کا حلیہ یہ ہے کہ رنگ گورا یا گندمی چہرہ سڈول۔ کاسۂ سر مُدوّر، بال نرم، داڑھی گنجان، پیشانی بلند، ہونٹ پتلے، ناک ستواں دانت باریک۔ یہ نسل قوقاسی یا کاکیشین کے اسم سے موسوم ہے۔ کیونکہ اس کی اصلی زاد بوم نواحی کوہ قاف ہے۔ اسی مقام سے وہ دیار یورپ اور ایشیا میں اور یہ نسل تمام روئے زمین کے باشندوں میں زیادہ شکیل وجمیل ہے۔

۵ ۔ اگرچہ ان تمام نسلوں کے خالص نمونے دنیا میں ہنوز موجود ہیں۔ مگر اطراف ممالک میں پھیل جانے اور باہمی اختلاط کے ہونے سے بہت توہیں مخلوط النسل پیدا ہوگئی ہیں۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

رُبعِ مَسکوں — اَسوَد — زادبُوم — اِختِلاط — مَخلُوطُ النَّسل

مَسکَن — حُلیہ — خَال — دِیَار — نواحی

وحشی

۱ ۔ انسان کی تقسیم نسلوں میں اس کے ظاہری خط وخال کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ لیکن ایک اور تقسیم ہے جو اس کی تربیت اور

کرکے تشریح اعضاء پر غور کرو. تو بعض حیوان ایسے پائے جاتے ہیں جن کی ساخت نہایت ہی سادہ ہے اور وہ ساخت درجہ بدرجہ ترقی کرتی ہوئی اعلیٰ حیوانات میں نہایت دقیق اور پیچدار بن گئی ہے. چنانچہ جسدِ انسانی کی ترکیب تمام حیوانات میں زیادہ پیچدار ہے۔ اس بناء پر وہ سب جانوروں سے افضل اوراعلیٰ اور قوائے دماغی یعنی عقل وادراک اورفہم اور تمیز میں بھی سب سے برتر و فائق ہے۔ اورانہی اعلیٰ قوتوں کی بدولت وہ تمام جانوروں پر فرماں روائی کرتا ہے اور نبات وجماد کو اپنا خادم بناتا ہے. پس دوسرے حیوانات سے تمیز کرنے کے لئے اس کا لقب حیوان ناطق اور غیرانسان کا حیوان مطلق تجویز کیا گیا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

تَشرِیحِ اَعضَا دِقیق جَسَد فَائِق اِدراک

نَسلِ اِنسَانی

۱۔ ترکیب جسمانی کے اعتبار سے کل ربع مسکوں کے انسان نوعِ واحد ہیں۔ اِلّا چہرہ مہرہ، خط و خال اور رنگ وروپ کی تفریق کے باعث جداگانہ نسلوں میں شمار ہوتے ہیں۔

۲۔ ایک نسل انسان کی ایسی ہے جن کا رنگ نہایت سیاہ بال گھونگر والے۔ پیشانی پست، ناک اور ہونٹ موٹے دہانہ چوڑا ہوتا ہے یہ نسل اسود یا زنگی یا نیگرو کہلاتی ہے۔ اور اس شکل و شباہت کے آدمی صحرائے افریقہ اور جزائر مشرقی میں پائے جاتے ہیں۔ اورشاید جنوبی ہند کی تامل قوم بھی انہیں میں سے ہو۔

چار قسموں میں کی گئی ہے۔

۲۔ حیوانات کی سب سے ادنیٰ قسم وہ ہے جن کے اعضا ایک مرکز سے ہر چار طرف کو شاخوں کی طرح پھیلتے ہیں۔ اسی قسم میں اسفنج اور موگا بھی ہے۔ جو نباتات کی مانند زمین میں گڑے رہتے ہیں۔ مگر ان میں آثار حیات بھی ثابت ہوتے ہیں۔ اسی لئے ان کو نباتات حیوانی بھی کہتے ہیں۔

۳۔ ایک قسم وہ ہے جن کا جسم حلقوں سے مرکب یا چھلکوں میں محفوظ ہے۔ ان میں کیچوئے، جونک، جھینگے مکھیاں وغیرہ شامل ہیں۔

۴۔ ایک قسم ایسی ہے جن کا جسم ایک مضبوط خول کے اندر ہوتا ہے جیسے گھونگے، کوڑیاں، صدف۔

۵۔ سب سے اعلیٰ قسم ریڑھ والے جانوروں کی ہے اور ان میں مینڈک اور مچھلی سے لے کر ہاتھی تک داخل ہیں اور تمام پرند بھی پدّو سے شتر مرغ تک اسی قسم میں شمار ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں نوعِ افضل وہ ہے جو اپنے بچّوں کو چھاتی سے دودھ پلاتی ہے۔ اس تقسیم سے صاف ظاہر ہے کہ انسان بھی اس نوع کا ایک جانور ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

عَظِیمُ الجُثّہ اَفرَادُ مُرکّب صَدَف نَوع اَفضَل

اِنسان

اگر قدو قامت اور جُثّہ کی بزرگی کا لحاظ کیا جائے تو وہیل مچھلی اور ہاتھی اعلیٰ جماعت میں نظر آئیں گے اور حضرتِ انسان مڈل کلاس سے آگے ترقی پانے کے مستحق نہ ٹھہریں گے لیکن جسمانی خردی و بزرگی کو نظر انداز

یاد کرو تلفظ اور معنی

بَصارَتْ اَجزَا سَیَّال تَمَوُّج تَلاطم

نباتات

۱ ۔ نباتات کی قسمیں دنیا میں قریب ایک لاکھ کے تحقیق کی گئی ہیں۔ ان میں سے ادنیٰ قسم میں کائی وغیرہ ہیں اور اوسط قسم میں حیوانات کے چرنے کی گھاسیں اور نیز علف غلّہ یعنی دانہ دار گھاس جس میں گیہوں جوار وغیرہ شامل ہیں۔ اعلیٰ قسم میں بڑے تناور درخت ہیں جیسے آم، املی، پیپل، سال ساگون وغیرہ۔

۲ ۔ نباتات میں ایک یہ بات بھی مثل حیوانات کے دریافت ہوئی ہے کہ وہ نر و مادہ ہوتے ہیں۔ کہیں تو یہ خاصہ ایک ہی درخت میں ہوتا ہے کہیں نر درخت جدا ہوتا ہے اور مادہ جُدا۔ چنانچہ اہل عرب کو زمانہ دراز سے نخل خرما کی نسبت نر و مادہ ہونے کا علم ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

علَف تَنَاور نَخْل خَاصَّہ خُرمَا

حیوانات

۱ ۔ حیوانات میں بھی ادنیٰ قسم کے کیڑوں سے لے کر نہایت عظیم الجثہ جانوروں تک زمین و آسمان کا سا فرق نظر آتا ہے۔ اور ان کی بے شمار قسمیں ہیں۔ لیکن بعض ایسے خواص ہیں جو اکثر افراد میں یکساں معلوم ہوتے ہیں۔ ان خواص کے لحاظ سے جنس حیوان کی تقسیم

یاد کرو تلفظ اور معنی

مُشتَرک نَشو و نَما نَقلِ مَکان مَربُوط اِصطلَاح
جَذب نَامِیَّہ مَوَالیدِ ثَلَاثَہ مُماثِل بَرزَخ

جَمادات

۱ ۔ اگرچہ قوتِ نامیہ اور حیات جمادات میں نہیں ہے ۔ لیکن قدرت کاملہ نے ان کو بھی عجیب و غریب اوصاف و خواص عطا کئے ہیں بعض ایسی لطیف و سُبک ہیں کہ ہماری آنکھ کی بصارت خوردبین کی مدد سے بھی ان کو نہیں دیکھ سکتی اور ایک ادنیٰ صدمہ سے ان کے اجزا میں تموّج و تلاطم پیدا ہو جاتا ہے ۔ ایسے اجسام ہوائی کہلاتے ہیں ۔

۲ ۔ بعض ان میں سے ایسی سیال اور پتلی ہوتی ہیں کہ ان کی خاص شکل و صورت نہیں ۔ جس جگہ یا جس ظرف میں ان کو رکھو اسی کی صورت قبول کر لیتی ہیں ۔ خفیف حرارت سے بخار بن کر اڑ جاتی ہیں ۔ حرارت کی کمی سے ان کے اجزا اس قدر متصل ہو جاتے ہیں کہ وہ پتھر اور ڈھیلے کی طرح منجمد ہو جاتی ہیں ۔ اگر پانی اور پارہ کے حالات پر غور کرو تو یہ یہ سب کیفیتیں ان میں مشاہدہ ہو سکتی ہیں ۔

۳ ۔ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے اجزا باہم پیوستہ ہوتے ہیں ۔ وہ بہتی نہیں صدمہ کو برداشت کر لیتی ہیں ایسی چیزوں کو منجمد کہتے ہیں ۔ پھر ان میں بعض نہایت سخت و ثقیل ہیں ۔ جیسے لوہا، سونا، سنگ خارا ۔ بعض ایسی بھربھری اور بودی ہیں ۔ جیسے کھریا مٹی پھر ان میں سے بعض ایسی ہیں جنہیں نباتات اگتی ہیں اور بعض انسان کی دوا و غذا میں کام آتی ہیں

قوت کے عمل کی محتاج نہیں ہیں۔ اس طرح کی کل مخلوق کو جاندار ذی حیات یا حیوانات بولتے ہیں اور ان تینوں قسموں کا کام بحیثیت مجموعی "موالید ثلاثہ" رکھا گیا ہے۔

۴۔ اقسام ثلثہ میں جو فرق و امتیاز بیان کیا گیا وہ ظاہراً اکثر اشیا کے ملاحظہ سے صاف صاف سمجھ میں آسکتا ہے مگر حقیقت میں مخلوقات کا سلسلہ ادنیٰ بے جان چیزوں سے لے کر اعلیٰ قسم کے جانداروں تک باہم مربوط ہے اور ان کے اوضاع و اطوار اور اوصاف و خواص میں درجہ بدرجہ ایسی ترقی ہوتی چلی گئی ہے کہ پہلی قسم کی انتہا اور دوسری قسم کی ابتدا آپس میں نہایت مشابہ اور مماثل معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کوئی ایسی صحیح حد مقرر نہیں ہو سکتی جہاں سے ایک جنس کی مخلوق دوسری جنس کی مخلوق سے قطعی جُدا اور ممیّز ہو جائے چنانچہ بعض اشیار ایسی پائی گئی ہیں جن کی نسبت یہ فیصلہ کرنا کہ وہ از قسم جماد ہیں یا از قسم نبات سخت دشوار ہے۔

۵۔ اسی طرح بعض اشیار حیوان و نبات کے درمیان مشترک ہیں اور ان کو ایک قسم سے خارج اور دوسری قسم میں داخل کرنے کے لئے کوئی روشن دلیل نہیں ہے پس ایسی چیزیں جن کی قسم کا تعین مشتبہ ہے۔ اہل علم کی اصطلاح میں برزخ کہلاتی ہیں مثلاً شاخ مرجان یعنی مونگے کے درخت میں بعض اوصاف نباتی ہیں اور بعض حیوانی۔ ایسے ہی چھوئی موئی کا درخت ذرا چھونے سے اپنے پتوں کو سکیڑ لیتا ہے اور اس کا یہ خاصہ بالکل حیوانات سے مشابہ ہے۔ اسی طرح بعض ممالک میں ایسے اشجار پائے گئے ہیں جو مکڑی کی طرح مکھی کا شکار کرتے ہیں۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

رَوضَہ طُغریٰ اَوج گُلنار صَوت
نِگار طُرفہ کار نسیم جُوئبار ہَزار

(۴۰) مخلوقات

۱۔ کرۂ زمین پر جو رنگا رنگ مخلوق حواس ظاہری کے وسیلے سے محسوس و معلوم ہوتی ہے ان میں ایک وصف مشترک یہ پایا جاتا ہے کہ وہ سب جسمانی ہیں۔ ان تمام جسمانی چیزوں میں بہت سی ایسی ہیں جو بے حس و حرکت پڑی رہتی ہیں۔ جب تک کوئی طاقت ان پر عمل نہ کرے وہ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتیں نہ وہ غذا کھاتی ہیں۔ نہ اگتی ہیں۔ نہ بڑھتی ہیں۔ اس قسم کی تمام اشیاء جمادات کہلاتی ہیں ۔

۲ ۔ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ وہ اپنے آپ حرکت نہ کرنے میں تو بالکل جمادات سے مشابہ ہیں لیکن برخلاف جمادات کے ایک وصف زائد ان میں یہ پایا جاتا ہے کہ وہ اجزائے ارضی و ہوائی کو جذب کرکے اپنی غذا بناتی ہیں اور اس غذا کی مدد سے ان کا جسم نشوونما پاتا ہے۔ وہ اگتی، بڑھتی ہیں۔ پھلتی پھولتی ہیں، غرض قوت نامیہ ان سب میں پائی جاتی ہے اس قسم کی جملہ اشیاء کا نام نباتات ہے۔

۳ ۔ اب مخلوقات پر غور کرتے ہیں تو ہم ایسی چیزیں بھی پاتے ہیں جو مثل نباتات کے قوت نامیہ بھی رکھتی ہیں اور اپنے ارادہ اور اپنی خواہش سے حرکت بھی کر سکتی ہیں۔ غذا کے ذریعہ سے ان کے تن و توش میں افزائش ہوتی ہے اور وہ نقل مکان کرنے میں کسی خارجی

یاد کرو تلفّظ اور معنی

اَولیٰ مُحترز اِغماض خِسَّت مُتنبّہ

حَاجات عَلانیہ خِیانت سَہل انگاری اَفشا

(۳۹) تعریف روضۂ تاج گنج

میاں نظیر اکبر آبادی

روضہ جو اس مکاں میں دریا کنار ہے خوبی میں سب طرح کا اسے اعتبار ہے
نقشہ میں اپنے یہ بھی عجب خوش نگار ہے

سنگِ سفید سے جو بنا ہے قمر نشاں ایسا چمک رہا ہے تجلی سے یہ مکان
جس سے بلور کی بھی چمک شرمسار ہے

دروازہ پر لکھا خط طغرا ہے طرفہ کار ہر گوشہ پر کھڑے جو مینار اس کے چار
چاروں سے طرفہ اوج کی خوبی دوچار ہے

برسوں تک ایسی رہیے تو ہووے نہ جی اداس آتی ہے ہر طرف سے گل و یاسمن کی باس
ہوتا ہے شاد اس میں جو کرتا گزار ہے

ہر سو نسیم چلتی ہے اور ہر طرف صبا ہلتی ہیں ڈالیاں سبھی ہر گل ہے جھومتا
کیا کیا روش روش پہ ہجوم بہار ہے

رابیل سیوتی سے بھرے ہیں چمن چمن گلنار و لالہ و گل، نسرین و نسترن
فوارے چھٹ رہے ہیں رواں جوئبار ہے

ہے چھاؤں مولسریوں کی سبز ابرا ابھرا گل کھل رہے ہیں حوض میں پانی چھلک رہا
ہر جا صدائے بلبل و صوتِ ہزار ہے

جو دیکھتا ہے اسکو یہ ہوتا ہے دلپذیر تعریف اس مکان کی ہیں کیا کروں نظیرؔ
اس کی صفت تو شہرۂ روزگار ہے

اس کو دل میں مخفی نہ رہنے دے ۔ بلکہ صاف دلی اور بے تکلفی کے ساتھ دوست پر اس کا اظہار کر دے ۔ اس سچے برتاؤ سے فوراً صفائی ہو جائے گی ۔ اور محبت میں فرق نہ آنے پائے گا ۔ کیونکہ جب ایک بار دوستی ہو گئی تو ہر طور سے اس کے نباہ کی کوشش کرنی واجب ہے ۔ اگرچہ نزاع و خصومت ہر حال میں ناروا ہے ۔ اَلّا محبت کے بعد عداوت کا ہونا سخت معیوب اور نہایت شرم کی بات ہے ۔

۳ ۔ آدمی کو چاہیئے کہ جو علم و ہنر یا ادب و قاعدہ خود جانتا ہو ۔ اس کے سکھانے میں دوست کے ساتھ بخل و خسّت نہ کرے کیونکہ جب دوستوں سے مال کا دریغ رکھنا جائز نہیں تو علم میں جو دینے سے اور بڑھتا ہے کسی طرح بخل روا نہیں ہو سکتا ۔

۴ ۔ جب دوست کا کوئی عیب دیکھے تو علانیہ مخالفت یا صریح ملامت ہرگز نہ کرے ۔ بلکہ ایسا انداز اختیار کرے کہ دوست خود خبردار ہو جائے ۔ لیکن دوستوں کے عیب سے چشم پوشی اور اغماض کرنا یا سہل انگاری سے عیب کے پختہ ہو جانے کی مہلت دینا ہرگز درست نہیں ۔ بلکہ ایسا کرنا حق تلفی اور پرلے درجہ کی خیانت ہے ۔

۵ ۔ دوستوں کو ان کے عیوب سے متنبہ کرنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اوّل کوئی عام مثل یا کسی غیر کی سرگذشت یا اس کا نتیجہ سنائے جو دوست کی حالت کے ٹھیک موافق ہو ۔ اگر اس تدبیر سے کامیابی نہ ہو تو اشارے کنائے سے اس کو ہوشیار کرے ۔ اگر یہ طور بھی مفید نہ پڑے ۔ تو خلوت میں نہایت دل سوزی کے ساتھ پند و نصیحت کرے ۔ مگر جہاں تک ممکن ہو غیروں پر یہ راز افشا نہ ہونے دے ۔ تاکہ دوست کو خجالت نہ ہو ۔

موصوف ہو۔ شاذو نادر ملتا ہے ۔ خوش قسمتی سے ایسا ایک دوست بھی مل جائے تو بس کافی ہے ۔ لیکن دوست میں جزوی عیب اور ادنیٰ تقصیر پاؤ تو اس پر چنداں لحاظ نہ کرو ۔ کیونکہ ان امور سے کوئی فردِ بشر خالی نہیں ۔ اگر تم فرشتہ خصلت دوست چاہو گے جس میں کچھ کور کسر نہ ہو ۔ تو مدت العمر اسی ٹوہ میں رہو گے نہ کوئی ایسا ملے گا نہ تم اس کو دوست بناؤ گے ۔ انجام یہ ہوگا کہ تم دوستی کے فوائد سے محروم رہو گے ۔اس بارہ میں آدمی کو خود اپنے نفس کے عیوب ٹٹولنے چاہئیں ۔اگر انصاف کریگا ۔ تو دیکھے گا کہ وہ بھی مبّرا نہیں ہے ۔ تو چاہیئے کہ دوسروں کو بھی ادنیٰ خطاؤں میں معذور سمجھے ۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

کُفْرَانْ مُحْسِنْ طَمَّاع عُیُوْبْ مُبَرَّا

(۳۸) دوستانہ سلوک

۱ ۔ دوستانہ سلوک اور دوستی کا دستور یہ ہے ۔کہ انسان دوستوں کو اپنی راحت و نعمت و عزت و مرتبہ میں شریک کرے ۔ ہر طور سے برابری ملحوظ رکھے ۔ بلکہ دوست کو برتری دے ۔ تو اُولیٰ ہے ۔ احسان جتانے سے ہمیشہ محترز رہے ۔جب دوست پر کوئی مصیبت آپڑے تو جان و مال سے اس کا ساتھ دے ۔اور ہر درد و رنج میں شریک ہو ۔ دوست کی طرف سے ہمدردی کی درخواست کا منتظر نہ رہے ۔ بلکہ خود اس کے احوال سے اس کی حاجات کو معلوم کرتا رہے ۔

۲ ۔جب دوست کی طرف سے کچھ شکایت و کدورت پیدا ہو تو

میں چند امور کا لحاظ رکھنا لازم ہے۔

اوّل :- معلوم کرے کہ بچپن میں والدین کے ساتھ اس کا سلوک کیسا تھا۔ اگر اس نے ان کے حقوق تلف کئے ہوں تو ایسا شخص قابل اعتماد نہیں۔ اس سے بھلائی کی توقع کرنا عبث ہے۔

دوم :- دریافت کرے کہ اور دوستوں کے ساتھ اس کا معاملہ کیسا ہے؟

سوم :- یہ تحقیق کرے کہ وہ اپنے محسنوں کے ساتھ کس طرح پیش آتا ہے۔ اگر ان کی شکر گزاری کا حق ادا نہ کیا ہو، تو اس کی طرف رغبت نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ کفرانِ نعمت انسان کے خصائل میں سے نہایت کمینہ خصلت ہے۔

چہارم :- اس کا عام چال چلن اور اس کی طبیعت کا میلان معلوم کرے۔ اگر وہ لالچی، طماع، بخیل، حریص، بدعہد، بے وفا، بدمزاج ہو تو اس کو ہرگز قابل دوستی نہ سمجھے۔

پنجم :- یہ معلوم کرے کہ اس کی طبیعت میں عدل انصاف بھی ہے یا نہیں۔ کیونکہ جو شخص اپنے حق سے زیادہ چاہے اور دوسروں کو دبائے اس سے دوستی کو نباہ ممکن نہیں۔

ششم :- یہ بات دیکھے کہ وہ اپنے شوق و رغبت کے مقابلے میں دوستی کی پروا اور قدر کرتا ہے یا نہیں۔ اگر وہ لہو و لعب میں زیادہ مصروف رہتا ہو تو اس کی دوستی لاحاصل ہے۔

۴ - الغرض جو آدمی خصائل مذکورہ کی جانچ میں کھرا نکلے۔ اس سے خلوص و اتحاد پیدا کرنا زیبا ہے۔ مگر یاد رہے کہ ایسا شخص جو ہمہ صفت

یاد کرو تلفّظ اور معنی

صَبَا صَحرانوَرد مُخلِص سَامِع لُطف آمیز

(۳۶) دوستی کی ضرورت

۱۔ انسان اپنی زندگانی کو بعافیت گزارنے اور کمال انسانیت حاصل کرنے کے لئے اس امر کا محتاج ہے کہ دوسرے بنی نوع سے اعانت حاصل کرے اور یہ بات رابطۂ الفت و محبت کے بغیر ممکن نہیں۔ اسلئے دوستوں کا بہم پہونچانا امر ناگزیر ہے۔

۲۔ جس قدر سچے دوست زیادہ میسر آئیں گے۔ اسی قدر آدمی کو حصولِ کمال میں آسانی ہوگی۔ لیکن سچے دوست دنیا میں ہمیشہ کمیاب ہیں۔ اکثر آدمی جو دوستی کا دم بھرتے ہیں۔ وہ اپنے اغراض کے طالب اور اپنی خواہشوں کے بھوکے ہوتے ہیں ایسے لوگوں سے میل جول صرف بقدر ضرورت چاہیئے۔ جیسے، کھانے میں مسالہ، لیکن دوست صادق کی جستجو ہمیشہ واجب ہے" اگر مجھ کو سب نعمتیں میسر ہوں اور سچے دوست کی صحبت سے محروم رہوں تو وہ سب ہیچ ہیں۔

یاد کرو تلفّظ اور معنی

بَنِی نَوع رَابِطَہ نَاگُزِیر کَمیَاب ہِیچ

(۳۷) دوست کا انتخاب

۱۔ جو شخص سچے دوست کا جویا ہو۔ اُس کو دوست کے انتخاب

کی جھونپڑیوں میں پھر واپس نہ گیا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

قُفل	آراضی	دِلکش	ترانہ	سَراسیمہ
	جَشن	تجسُّس	نغمہ	

(۳۵) یاروں کا گِلہ — میر تقی

اے صبا! گر شہر کے لوگوں میں ہو تیرا گزار
کہیو ہم صحرا نوردوں کا تمامی حالِ زار
ربط کا دعوے تھا جن کو کہتے تھے مخلص ہیں ہم
جانتے ہیں ذات سامی ہی کو ہم سب خاکسار
سو نہ خط ان کا نہ کوئی پرچہ پہنچا مجھ تلک!
واہ وا ہے رابطہ! رحمت ہے یہ اخلاص و پیار
لکھتے گر دو حرفِ لطف آمیز بعد از چند روز
تو بھی ہوتا اس دلِ بے تاب و طاقت کو قرار
خط و کتابت سے (یہ کہتے تھے) نہ بھولیں گے تجھے
آئیں گے گھر بار کی تیرے خبر کو بار بار
جب گیا میں یاد سے تب کس کا گھر کاہے کا پاس
آفریں صد آفریں! اے مردمانِ روزگار!
بس قلم رکھ ہاتھ سے جانے بھی دے یہ حرف میرؔ
کاہ کے چاہے نہیں کہسار ہوتے بے وقار

کہ ضرور اس میں زیور ہو گا۔ اس خیالی غنیمت کو بغل میں دبا کر مکان سے باہر آیا۔ اور ایک باغ کے اندر جھاڑی کی اوٹ میں بیٹھ کر کیل سے قفل کھولنا شروع کیا۔ تاکہ اس کے اندر کا قیمتی مال نکالے۔ اس کام کے کرنے میں کوئی کمانی چھو گئی۔ اور باجے کی کلوں کو حرکت ہوئی۔ اس کا صندوقچہ زیور تیز سُر میں گُت بجانے لگا۔ چور نے خوف زدہ ہوکر باجے کو پٹک دیا اور اپنی جان لے کر سراسیمہ بھاگا۔

۲ ۔ باغبان جو اس قطعۂ اراضی کا محافظ تھا۔ اپنی جھونپڑی کے پاس بھاگتے ہوئے چور کے پیروں کی دھمک سن کر جاگ اٹھا اور کھڑا ہوکر دیکھنے لگا۔ کہ کیا معاملہ ہے! جب اس کو معلوم ہوا کہ جھاڑی میں خود بخود گت بج رہی ہے تو اس کو چور سے کچھ کم دہشت نہیں ہوئی پھر تو مالی بھی خوف کھا کر وہاں سے بھاگا۔ اور اپنے سپرنٹنڈنٹ کو اطلاع دی کہ کسی بھوت نے احاطہ پر قبضہ کرلیا ہے۔ اور ایک جھاڑی میں بڑا جشن کر رہا ہے۔

۳ ۔ سپرنٹنڈنٹ متحیر تھا کہ یہ کیا بکتا ہے۔ لیکن یہ خیال کر کے کہ کوئی بیجا بات ہے۔ پولیس اسٹیشن میں انسپکٹر سے مدد لینے کو گیا۔ پھر انسپکٹر اور سپرنٹنڈنٹ دونوں مالی کو ہمراہ لے اس موقع پر پہونچے۔ جہاں سے دلکش نغموں کے سنائی دینے کی خبر ملی تھی۔ مگر اب وہ آواز بند ہو گئی تھی۔ اسلئے جھاڑیوں میں تجسس کیا گیا۔ تو باجے کا صندوقچہ اور کیل دستیاب ہوئے۔ ان چیزوں سے پولیس انسپکٹر اور سپرنٹنڈنٹ نے سمجھ لیا کہ اس بے وقت کے ترانے کا کیا سبب تھا۔ مگر مالی کے دِل میں یہی اعتقاد جما رہا کہ بے شک بھوت تھا۔ ہر چند صاحب نے سمجھایا لیکن وہ اس باغ

سے ایسی ٹکر ماری جس کے صدمہ سے کانسٹبل اوندھے منہ پانی میں جاگرا اب تو اس نے غضب ناک ہوکر اپنا ڈنڈا سنبھالا اور چاہا کہ بکری سے اس گستاخی کا انتقام لے۔ مگر وہاں صرف ایک کھال پائی جس میں دو سینگ لگے ہوئے تھے۔

۶۔ یہ عجیب ماجرا دیکھ کر وہ سہم گیا۔ اور ڈنڈا اور جوتے اسی میدان میں چھوڑ سیدھا تھانے کی طرف بھاگا۔ جس وقت تھانے میں پہنچا ہے تو اس کی زبان بند تھی۔ بدن کانپ رہا تھا۔ مگر اس کی وحشت زدہ نگاہ سے ظاہر ہوتا تھا کہ کوئی واقعہ خلاف معمول پیش آیا ہے۔

۷۔ کئی گھنٹہ کے بعد پریشان طور پر اس نے حال بیان کیا۔ کہ بھوت نے بہ شکل فیل مجھ پر حملہ کیا اور غائب ہوگیا۔ صبح کو نالی کے قریب اس کا ڈنڈا جوتا اور بکری کی کھال ملی۔ جس سے اس کے بیان کی تصدیق ہوئی کانسٹبل کو مارے خوف کے ایسا شدید بخار چڑھا کہ وہ اسپتال بھیجا گیا۔ مگر وہ پھر پولیس کے کام پر واپس نہ آیا۔

یاد کرو تلفّظ اور معنی

نَقَب	غنیمت	عَامّۂ خلائق	آغوش	شَدِید
نَقَب زنی	مَصنُوعی	خُوابِ نوشین	غُنودگی	وَحشت زدہ

(۳۴) باجے کا بھوت

ا۔ ایک چور کسی مکان میں نقب لگا کر گھس گیا اور اندھیرے میں ٹٹولنا شروع کیا کہ کوئی قیمتی شے ہاتھ لگے تو اڑا لے جائے۔ یکایک ایک بکس پر ٹھوکر لگی۔ چور نے اٹھایا تو صندوقچہ تھا وزنی خیال کیا

بیسر سے چلتا تھا۔

۲۔ جس وقت چور مکان کے اندر نقب زنی میں مصروف تھے۔ حلقہ کا کانسٹبل ایک بڑے درخت کے سائے میں بیٹھا سو رہا تھا۔ یہاں تک کہ چور اپنی کارروائی کر چکے۔ اور مال غنیمت لے کر چلنے کو آمادہ ہوئے اس وقت وہی ٹھاکر جس نے بکری کا جامہ پہن رکھا تھا۔ ہوشیاری کے ساتھ کانسٹبل کے قریب پہنچا۔ تاکہ معلوم کرلے کہ وہ واقعی سوتا ہے یا مکر گانٹھے ان کی گھات میں بیٹھا ہے۔

۳۔ جب مصنوعی بکری نے دلجمعی کرلی کہ عامہ خلائق کا محافظ جان و مال خواب نوشیں کی آغوش میں محفوظ ہے تو اس نے تین بار بکری کی بولی بولی "میں" "میں" یہ آواز اس کے رفقار کے واسطے اشارہ تھا کہ میدان صاف ہے نکلو! لیکن کانسٹبل بے خبر نہ سویا تھا۔ بلکہ غنودگی کی حالت میں تھا۔ وہ اس آواز کو سنکر جو ایک سیاہ چیز میں سے آئی تھی۔ چونک پڑا۔ اور ڈرتا ڈرتا اس کے قریب پہنچا۔

۴۔ یہ معلوم کرکے کہ وہ صرف ایک بکری ہے اس کے اوسان درست ہوگئے۔ فوراً بکری کے سینگ پکڑ لئے۔ اور گالی دے کر کہا "تونے مجھ کو جگا دیا اور ڈرا کر ہوش اڑا دیئے اس تکلیف دہی کی سزا یہ ہے کہ تجھ کو کانجی ہوس لے چلتا ہوں۔ چنانچہ اپنی دھمکی پوری کرنے کے لئے وہ اس کو کشاں کشاں مویشی خانے کی طرف لے چلا۔ غریب بکری نے کان تک نہ ہلایا۔ چپ چاپ اس کے ساتھ ہولی۔

۵۔ جب ایک نالی کے قریب پہونچا جو پانی سے لبریز تھی تو کانسٹبل جوتے اتارنے کو جھکا۔ بکری نے اس موقع کو نہایت غنیمت سمجھا اور پیچھے

کے واقعات اور واردات کا مشاہدہ کریں۔ اور اس کے اسباب و نتائج کے سلسلہ کو صحت و درستی کے ساتھ ترتیب دے سکیں۔ اور حقیقت واقعی کو بیان کر سکیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کو بخوبی غور و توجہ کرنے کی عادت نہیں ہے۔ یا تو اظہار واقعات کے سلسلہ میں سے وہ ایسی بات کو فروگذاشت کر دیتے ہیں۔ جو درحقیقت واقع ہوئی تھی یا کوئی امر غیر واقع جس کو انھوں نے اپنے توہم سے واقعی سمجھ لیا ہے۔ اس سلسلہ میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے دنیا کے معاملات میں صدہا قسم کے مغالطے پڑ جاتے ہیں اور نادان اَن دیکھی باتوں کو دیکھی اور اَن ہوئی باتوں کو ہوئی سمجھ کر ان پر اپنے یقین کی بنیاد قائم کر لیتے ہیں۔

۸۔ اس بیان کی تصدیق کے لئے ہم ایک سرگذشت سنانا چاہتے ہیں۔ جس کے سننے سے تم کو معلوم ہوگا کہ کس طرح بکری اور باجا بھوت بن گئے تھے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

حَوَاسُ	مَحْسُوسُ	عَلیٰ اِلْدَا	مُمکِنُ الْوُقُوعُ	تَوَہُّم
حِسُّ	اَوْصَاف	شَہَادَتُ	مَعرِفَتَ	عَوَام
خَمْسَہُ	خَوَاص	مُتَشَابِہ	مُحَقِّقَ	نَتَائِجُ

بکری کا بھوت

۱۔ چند سال گزرے کلکتہ میں ایک نقب زنی کا وقوعہ ہوا جب چور احاطے کے اندر نقب لگا رہے تھے۔ تو ایک ان میں سے باہر کھڑا تھا۔ کہ خطرہ کے پیش آنے پر اندر والوں کو خبردار کر دے۔ وہ بکری کی کھال پہنے ہوئے تھا اور اس حیوان کی نقل کرنے کے لئے چاروں ہاتھ

پورا یقین نہ کرلینا چاہیئے۔ کیونکہ یہ امر ممکن الوقوع ہے کہ ہم ایک شئے کو سفید دیکھ کر دودھ سمجھ لیں اور وہ حقیقت میں چونے کا پانی ہو۔ پس یقین کامل کے لئے ہم کو دوسری حس کی شہادت حاصل کرنی چاہیئے۔ چنانچہ جب ہم اس کو چکھیں گے۔ تو مغالطہ نہ رہے گا۔ اس کے مزے سے صاف عیاں ہو جائے گا کہ دودھ ہے یا چونہ۔

۴ ۔ اسی طرح بعض اشیا کے اوصاف ایسے متشابہ ہوتے ہیں کہ ان کی تمیز وشناخت کئی کئی طور سے کرنی پڑتی ہے۔ اس وقت صحیح بات معلوم ہوتی ہے۔ غرض جس قدر تحقیق کے وسائل زیادہ اور دریافت کے دلائل کامل ہوں گے اسی قدر ہمارا علم یقینی ہوگا۔

۵ ۔ یہ ہی حال دنیا کے ہر ایک معاملہ کا ہے۔ جب تک اس کی تحقیق و تفتیش کامل طور سے نہیں ہوتی، انسان کی واقفیت ناکامل اور اس کا علم ناقص رہتا ہے۔ کچھ یہ ضرور نہیں کہ امر حق کی معرفت اسی شخص کو حاصل ہو بلکہ حصول علم اور حصول یقین جن طریقوں سے ہوتا ہے۔ ان میں خواندہ اور ناخواندہ دونوں مساوی ہیں۔ دونوں کے طور واقفیت میں سرمو تفاوت نہیں۔ صحیح صحیح علم و آگاہی جس کسی کو حاصل ہو وہی عالم اور محقق ہے۔

۶ ۔ تجربہ اور مشاہدہ جس سے انسان کے علم کو ترقی حاصل ہوتی ہے اسکے عمل میں لانے کا کوئی عجیب وغریب طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ بچے بڈھے، جوان۔ عوام خواص سب اسی ایک طریقہ کو کام میں لاتے ہیں۔ چھوٹے بچے کو جب کھلونا یا کوئی شئے ہاتھ لگ جاتی ہے تو اس کے اوصاف و خواص کو بار بار کی آزمایش سے اسی طرح دریافت کرتا ہے جسطرح کوئی بڑا لائق منشی کرسکتا ہے۔

۷ ۔ البتہ اس میں کچھ شک نہیں کہ ایسے آدمی بہت کم ہیں جو روز مرہ

یاد کرو لفظ اور معنی

تُحفۂ ہلال کاہش بدر نشیب
انکشاف شانہ مبنی مستوجب صعوبت
حادثہ صرصر سیاست عقوبت کردار

(۳۲) تحقیق

۱ ۔ عالم بیداری میں ہمارے حواس خمسہ برابر کچھ نہ کچھ کام کرتے رہتے ہیں۔ اگر تاریکی نہ ہو تو ہم آنکھ سے چیزوں کے رنگ اور شکلیں دیکھتے ہیں۔ کانوں سے آوازیں سنتے ہیں۔ ناک سے خوشبو، بدبو، زبان سے مزہ اور اکثر ہاتھ سے چھوکر چیزوں کی سردی، گرمی اور سختی، نرمی معلوم کرتے ہیں۔ اس طرح جو کیفیتیں معلوم و محسوس ہوتی ہیں۔ وہ بطور ذخیرہ ہمارے حافظہ میں جمع ہو جاتی ہیں۔

۲ ۔ بار بار کی دیکھ بھال سے ہم کو چیزوں کے اوصاف و خواص کا علم حاصل ہوتا ہے، اور اس علم سے چیزوں کی تمیز و شناخت کرتے ہیں۔ صرف بُو سونگھ کر ہم بتا سکتے ہیں کہ یہ کافور ہے، یہ ہینگ۔ مزہ چکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ بیر ہے یہ جامن۔ رنگت دیکھ کر تمیز کر سکتے ہیں کہ یہ کوئلہ ہے یہ شنجرف۔ صرف چھوکر شناخت کر سکتے ہیں کہ یہ کپڑا ہے یہ کاغذ۔ علیٰ ہذا ہم صرف آواز سے پہچان لیتے ہیں کہ یہ ریل گاڑی چل رہی ہے۔ یا سڑک پر بگھی جا رہی ہے۔ یا درخت پر کوا بول رہا ہے۔

۳ ۔ یہ طریقہ نتیجہ کو معلوم کر کے سبب کے دریافت کرنے کا ہے مگر اس تحقیق پر جو صرف ایک حس کے ذریعے سے کی گئی ہو۔ پورا

زمین پر گرنا قانون قدرت کے عین مطابق تھا۔ اسی طرح اس کا بارش سے بچنا اس خیال پر مبنی تھا کہ وہ بھیگنے کو ناگوار یا مضر جانتا تھا۔ پھر اس درخت کے نیچے قیام کرنے کا موجب یہ تھا کہ بجز اس کے کوئی جائے پناہ معلوم نہ ہوئی۔ بہرکیف ان اسباب کے چند سلسلے ہیں۔ جن کا اخیر نتیجہ چوٹ کا لگنا تھا۔ پس اس کا یہ قول صحیح نہیں کہ یہ حادثہ اتفاقاً یا ناگہانی ظہور میں آیا۔ ہاں! یہ ممکن ہے کہ وہ اس پیچ در پیچ سلسلۂ اسباب سے واقف نہ ہو۔

۵ ۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس عالم میں ہر امر انتظام معینہ کے موافق ظہور میں آتا ہے۔ اور جو صحیح طور اس کے ظہور میں آنے کا ہے۔ وہی قانون قدرت ہے تو نہایت ضروری ہے کہ انسان حتی المقدور قوانین قدرت سے واقفیت حاصل کرے تاکہ ان کی پیروی سے اپنے اپنے کاروبار کو بخوبی انجام دے سکے۔ اگر کوئی شخص کسی نئے ملک میں جاکر سکونت اختیار کرے۔ اور وہاں کے آئین انتظام و سیاست سے واقف نہ ہو۔ تو بالضرور وہ عرصۂ قلیل کے اندر کسی نہ کسی بلا میں مبتلا ہو جائے گا۔ اگر وہ مجرم قرار پاکر سزائے قید یا موت کا مستوجب ٹھہرے تو کچھ بعید نہیں۔ پس جو عقوبت و صعوبت اس کو بھگتنی پڑے گی۔ وہ اس کی جہالت کا ثمرہ ہے۔ اسی طرح جو شخص دنیا میں آکر قانون قدرت سے ناواقف رہتا اور اس کے خلاف کرتا ہے۔ تو فوراً اپنے کردار کی سزا پاتا ہے۔

۶ ۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر آدمی قانون قدرت کا پاس و لحاظ نہ رکھے تو ایک دن بھی زندہ نہ رہ سکے۔ انسان کی بقائے حیات اسی پر موقوف و منحصر ہے کہ وہ قوانین قدرت کے مطابق عمل کرے۔

باقاعدہ سمجھا۔ مگر جن واقعات کے اسباب کا اس کو پتا نہ لگا۔ ان کی نسبت تصور کیا کہ یہ امور اتفاقی ہیں۔

۳۔ قدرت کے کارخانے میں جس قدر زیادہ غور و خوض کرتا گیا۔ اسی قدر اس کو قدرت کے انتظام اور قانون کا علم زیادہ ہوتا گیا اور پوشیدہ اسرار کھلتے گئے۔ آخر کار یہ ثابت ہوا کہ جن امور کو وہ اتفاقی خیال کرتا تھا۔ ان کا پیچیدہ انتظام اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا یہاں تک کہ عقلا اور حکمار کا یہ عقیدہ ہوگیا۔ کہ یہ عالم، عالمِ اسباب ہے۔ اور کوئی واقعہ کوئی حادثہ ایسا ظہور میں نہیں آتا۔ جس کا کچھ سبب نہ ہو۔ پس یہ کہنا کہ فلاں امر کے باعث اس کے یہ معنی ہیں کہ کہنے والے کو اس امر کے باعث یا سبب سے لاعلمی ہے۔

۴۔ ایک روز زور شور کی بارش ہو رہی تھی۔ تیز و تند ہوا چل رہی تھی۔ درختوں کی شاخیں زور زور سے ہل رہی تھیں۔ اسی اثنار میں ایک شخص نے بارش سے بچنے کے لئے ایک درخت کے زیر سایہ پناہ لی۔ ایک جھونکا زور کا آیا۔ درخت کا گدا تڑاق سے ٹوٹ کر گرا اور اس غریب کے شانے میں سخت ضرب آئی۔ اب جو شخص اس سے استفسار حال کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ اتفاقی یا ناگہانی حادثہ پیش آیا۔ لیکن حقیقت میں کوئی بات بے وجہ اور بے وقت واقع نہیں ہوئی۔ بارش کا آنا اور بادِ صرصر کا چلنا ایک سلسلۂ اسباب کا نتیجہ تھا۔ پھر شاخ کا ٹوٹنا اس باعث سے ہوا کہ اس کی طاقت ہوا کی حرکت کے صدمہ کا مقابلہ نہ کرسکی۔ پھر اس کا

جب تلک آنکھیں کھلی ہیں دُکھ پہ دُکھ دیکھیں گے روز
مُند گئیں جب انکھڑیاں تب سوز سب آنند ہیں

یاد کرو تلفّظ اور معنی

وَائے خرسند رَعنَائی زِندَاں خویش پیوند

اَمرِ اِتّفاقی

۱۔ جب انسان عالم ہستی میں آیا اور آنکھ کھول کر صحیفۂ کائنات کا مطالعہ شروع کیا تو اس کی الف بے یہ تھی کہ آفتاب کو دیکھا۔ صبح دم مشرق سے طلوع کرتا اور شام کے وقت مغرب میں پہنچ کر نظروں سے غائب ہوجاتا ہے۔ قمر ہلال کی صورت میں نمودار ہوتا اور بڑھتے بڑھتے بدر کامل ہوجاتا ہے پھر کاہش شروع ہوتی ہے اور وہ بدر سے ہلال بن جاتا ہے۔ قطب ستارہ ہمیشہ ایک ہی مقام پر نظر آتا ہے کبھی غروب نہیں ہوتا۔ سال بھر میں موسموں کا تغیّر و تبدل معین طور پر ہوتا ہے۔ پانی ہمیشہ نشیب کی جانب رواں رہتا ہے۔ آگ بعض اشیاء کو جلاکر خاکستر کر دیتی ہے۔ درخت سے تخم اور تخم سے درخت پیدا ہوتا ہے۔ چیزوں کو جب کوئی سہارا نہیں ملتا تو وہ زمین پر گر پڑتی ہیں۔

۲۔ الغرض ان واقعات کے ظہور میں ایک ترتیب و انتظام معین پایا گیا۔ اور بتدریج انسان کے دل میں یہ خیال پختہ ہوگیا کہ خاص اسباب سے خاص نتیجے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان کی ترتیب میں کبھی فرق نہیں ہوتا۔ جن چیزوں میں قانون قدرت اس کو دریافت ہوا۔ اور سبب و نتیجے کا انکشاف ہوگیا۔ اس کو ایک امر معمولی اور

اس طرف آواز طبل اِدھر صدائے کوس ہے
سنتے ہی عبرت یہ بولی "اک تماشا ہیں تجھے
چل دکھاؤں تو جو قیدِ آز میں محبوس ہے
لے گئی اک بارگی گورِ غریباں کی طرف
جس جگہ جانِ تمنا سو طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دِکھلا کے لگی کہنے مجھے
"یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے"
پوچھ لو ان سے کہ جاہ و حشمت دنیا سے آج
کچھ بھی ان کے ساتھ غیر از حسرت و افسوس ہے

یاد کرو تلفظ اور معنی

طُوسُ	کُوسُ	آزُ	گورِ غریباں	طَبُل
	عِبْرَتْ	مَحْبُوسْ	مَرْقَدْ	

(۳۰)	حِرص	از سوز

شہد میں جیسے مگس ! ہم حرص میں پابند ہیں
وائے غفلت اس بھرے زنداں میں یوں خرسند ہیں
مقبروں میں دیکھتے ہیں اپنی ان آنکھوں سے زور
یہ برادر ، یہ پدر ، یہ خویش ، یہ فرزند ہیں
تو بھی رعنائی سے ٹھوکر مار کر چلتے ہیں یار
سو جھتا اتنا نہیں سب خاک کے پیوند ہیں

آگے بڑھا اور جس قدر میرے گلے میں سکت تھی۔ میں نے زور سے چلّا کر کہا "صاحب! یہ کیا بات ہے؟ یہ تو ہماری پرانی دایہ ہے۔ یہ نہایت نیک بخت عورت ہے اور جو کچھ وہ کہتی ہے۔ سب سچ کہتی ہے۔ میں اس کے ساتھ بازار میں کھانے کی چیزیں خریدنے آیا تھا اور یہ نوٹ اس کو ابّا جان نے دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اگر تم اس کو چھوڑ دوگے تو بہت واجبی بات کروگے کیونکہ میرے ابّا خوب واقف ہیں کہ میں جو کچھ کہتا ہوں سب سچ کہتا ہوں۔

۵۔ اب مجسٹریٹ کو معاملہ صاف صاف معلوم ہوگیا اس نے زیادہ تعرض نہ کیا اور ہم کو گھر جانے کی اجازت دی چلتے وقت مجسٹریٹ مجھ سے مخاطب ہوکر بولا "شاباش! میاں صاحبزادے شاباش! تم نے اپنی دایہ کی خوب ہی وکالت کی۔" مجھ کو اس بات پر بہت ہی فخر و ناز ہوا اور دایہ کے ساتھ یہ سوچتا ہوا گھر کو واپس چلا کر" میں بھی بڑا جلیل القدر شخص ہوں۔ دایہ میری خبرگیری کرچکی۔ اب میں اس کی خبرگیری کروں گا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

طُفُولِیَّت مَحظُوظ مُنہَمِک حَواس بَاختَہ تَعَرُّض

۲۹	عِبرَت	از قدرت

کل ہوس اِس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے
خوب مُلکِ روس ہے اور سرزمین طوس ہے
گر میّسر ہو تو کیا عشرت سے کیجیے زندگی

بازار جاتی ہے دوڑا ہوا ماں کے پاس گیا اور ان سے دایہ کے ہمراہ بازار جانے کی اجازت حاصل کی۔ مجھ کو اس کے ساتھ جانے کا شوق اسلئے رہتا تھا کہ وہ ہمیشہ عجیب وغریب افسانے جادوگروں کے سنایا کرتی تھی۔ غرض میں اس کے ساتھ ساتھ چلا۔ اور وہ رستہ بھر مجھ کو محظوظ کرتی گئی۔

۲۔ جب ہم بازار پہنچے تو اس نے بہت سی چیزیں خریدیں۔ ایک جگہ سے دو چڑیاں لیں۔ ایک جگہ سے ترکاری۔ ایک مقام سے روٹی اور دوسرے مقامات سے اور اشیائے ضروری مول لیں۔ اب سنئے اگرچہ دایہ ہر روز یہاں آیا کرتی تھی اور سب دکاندار اس کے شناسا تھے لیکن اتنا روپیہ لے کر وہ پیشتر کبھی نہیں آئی تھی۔ اس سے لوگوں کو شبہ پیدا ہوا اور نوٹ کا روپیہ نہ دیا۔ انھوں نے خیال کیا کہ ضرور "دال میں کچھ کالا ہے" اس بات کا ایک ہنگامہ مچ گیا۔ اور دکانداروں نے اس کو متہم کرنا شروع کیا۔ اگرچہ وہ یہ کہتی رہی کہ میں محض بے قصور ہوں۔ انجام کاران لوگوں کی یہ رائے قرار پائی کہ اس کو مجسٹریٹ کے روبرو لے چلو۔ تاکہ وہاں اس کا اظہار کیا جائے

۳۔ جب دایہ کو اجلاس میں لے گئے تو مجسٹریٹ نے سوال کیا تم کون ہو؟ تمہارے آقا کا نام اور پیشہ کیا ہے؟ وہ بالکل حواس باختہ اور خائف ہوگئی۔ صرف اتنا کہا کہ "میں کرنل لارنس کی نوکر ہوں اور یہ چھوٹا صاحبزادہ میرے ساتھ ہے" اس کے سوا کچھ نہ کہا گیا اور اس کی زبان نے یاری نہ دی۔

۴۔ جب میں نے اپنا نام سنا تو دل میں خیال کرنے لگا کہ مجھ سے کیوں نہیں کچھ پوچھا جاتا۔ حالانکہ اوّل مجھ سے ہی سوال کرنا لازم تھا۔ پھر سوچا کہ اب تک جو میں دایہ کے پیچھے کھڑا رہا اس بات کا موقع نہ تھا اب مجھ کو آگے بڑھ کر مجسٹریٹ سے گفتگو کرنا چاہیئے۔ چنانچہ میں

آتا ہو تو ہاتھ سے نہ دیجئے — جاتا ہو تو اس کا غم نہ کیجئے
طائر کے یہ سُن کلام صیاد — بن داموں ہوا غلام صیاد
بازو کے جو بند کھول ڈالے — طائر نے تڑپ کے پَر نکالے
اک شاخ پہ جا، چہک کے بولا — کیوں! پَر مرا کیا سمجھ کے کھولا
ہمّت نے مری مجھے اُڑایا — غفلت نے تری مجھے چھڑایا
دولت نہ نصیب میں تھی تیرے — تھا لعل نہاں شکم میں میرے
دے کر صَیاد نے دلاسا — چاہا پھر کچھ لگائے لاسا
بولا وہ کہ دیکھ کر گیا جعل — طائر بھی کہیں نِگلتے ہیں لعل

اربابِ غرض کی بات سن کر
کر لیجئے ایک بیک نہ باور

یاد کرو تلفّظ اور معنی

صَیّادُ	چَمَن زاد	مُفارَقَت	دِلاسا	باوَر
طائر	ذَبح	نِہاں	اَرباب	جَعل

جُرأت

(۲۸)

۱۔ سر جان لارنس نے جو ہندوستان کے ایک نامی گرامی گورنر جنرل تھے اپنے ایّام طفولیت کی ایک سرگزشت اس طرح بیان کی ہے کہ جب میں چار پانچ برس کا تھا اور اپنے والدین کے ساتھ رہتا تھا۔ تو ایک روز میری دایہ اس دن کا سامان خوراک خریدنے کے لئے بازار کو بھیجی گئی۔ اس کو پانچ پونڈ کا نوٹ حوالہ کیا گیا۔ تاکہ اس کو بھنا کر جو سودا سلف درکار ہے خریدے اور باقی نقد واپس لائے میں یہ خبر سن کر کہ میری دایہ

پہنچی ہیں ملکوں سے دم دم کی خبریں | چلی آتی ہیں شادی و غم کی خبریں
عیاں ہیں ہر اک برِ اعظم کی خبریں | کھلی ہیں زمانے پہ عالم کی خبریں

نہیں واقعہ کوئی پنہاں کہیں کا
ہے آئینہ احوال روئے زمیں کا

کرو قدر اس امن و آزادگی کی | کہ ہے صاف ہر سمت راہِ ترقی
ہر اک راہ رو کا زمانہ ہے ساتھی | یہ ہر سو سے آواز پیہم ہے آتی

کہ دشمن کا کھٹکا نہ رہزن کا ڈر ہے
نکل جاؤ رستہ ابھی بے خطر ہے

یاد کرو تلفظ اور معنی

تَسَلُّط حِرفَت آئینہ پِنہاں رَہزَن
کارواں ہَموار سَفَر راہ رَو پیہم

(۴۷) مُرغِ اَسِیر

از مثنوی گلزار نسیم

اک مرغ ہوا اسیر صیاد | دانا تھا وہ طائر چمن زاد
بولا جب اس نے باندھے بازو | کھلتا نہیں کس طمع پہ ہے تو
بیچا تو ٹکے کا جانور ہوں | گر ذبح کیا تو مشت پر ہوں
پالا تو مفارقت ہے انجام | دانا ہے تو مجھ سے لے مرے دام
بازو میں نہ تو مرے گرہ باندھ | سمجھاؤں جو پند اسے گرہ باندھ
سن کوئی ہزار کچھ سنائے | کیجیے وہی جو سمجھ میں آئے
قابو ہو تو کیجیے نہ غفلت | عاجز ہو تو ہاریے نہ ہمت

سمجھے ہوئے تھا مگر کبھی ان کو عمل میں نہ لایا۔ آخر عمر تک فوج کشی اور معرکہ آرائی میں مشغول رہا۔ کسی ملک پر باقاعدہ سلطنت نہ کی بلکہ ہمیشہ مخلوق خدا کو ستاتا اور خون کے دریا بہاتا رہا۔ اگرچہ وہ مسلمان تھا مگر اس کا آئین جنگ بالکل چنگیز خاں مغل کی طرح وحشیانہ تھا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

ممالک	تسخیر	عجلت	فرماں پذیر	مفتوحہ
مقتولین	مظفر	منصور	مراجعت	خروج
یورش	معرکہ آرائی	بلاد	محاربہ	اولوالعزم

۲۶　اپنی ترقی کرو　مولانا خواجہ حالی

حکومت نے آزادیاں تم کو دی ہیں | ترقی کی راہیں سراسر کھلی ہیں
صدائیں یہ ہر سمت سے آرہی ہیں | کہ راجا سے پرجا تلک سب سکھی ہیں

تسلط ہے ملکوں میں امن واماں کا
نہیں بند رستہ کسی کارواں کا

کھلی ہیں سفر اور تجارت کی راہیں | نہیں بند صنعت کی حرفت کی راہیں
جو روشن ہیں تحصیل حکمت کی راہیں | تو ہموار ہیں کسب و دولت کی راہیں

نہ گھر میں غنیم اور دشمن کا کھٹکا
نہ رستوں میں قزاق و رہزن کا کھٹکا

مہینوں کے کٹتے ہیں رستے پلوں میں | گھروں سے سوا چین ہے منزلوں میں
ہر اک گوشہ گلزار ہے جنگلوں میں | شب و روز ہے ایمنی قافلوں میں

سفر جو کبھی تھا نمونہ سقر کا
وسیلہ ہے اب وہ سراسر ظفر کا

کو جلاتا پھونکتا دلّی میں داخل ہوا یہاں اس کی فوج نے اس قدر خون ریزی اور لوٹ مار کی جس کو اس شہر کے باشندے مدت ہائے دراز تک نہ بھولے چونکہ ملک ایران کی طرف سے فتنہ و فساد کے برپا ہونے کی خبر لگی تھی۔ اس لئے وہ بہت عجلت کے ساتھ یہاں سے کوچ کر گیا اور ہندوستان کا باقی ملک پامالی سے بچ گیا۔

۴ اب امیر تیمور ایران کے فتنہ کو دبا کر آگے بڑھا اور ترکان عثمانی کے ملکوں پر جو اپنی فتوحات کو یورپ کی طرف ترقی دینے میں مصروف تھے یکایک ٹوٹ پڑا اور ملک شام کے بڑے بڑے شہروں کو فتح کرتا ایشیائے کوچک کی جانب متوجہ ہوا۔ یہ خبر سن کر سلطان بایزید یلدرم جو اس وقت قسطنطنیہ پر رومیوں سے لڑ رہا تھا۔ تیمور کے مقابلہ کو لوٹا۔ شہر انگورا میں دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہوئی۔ اور ایسا خونخوار معرکہ پڑا جس میں طرفین سے ساڑھے تین لاکھ سپاہی کام آئے۔ آخر تیمور مظفر و منصور ہوا اور بایزید گرفتار ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ وہ تیمور کی قید ہی میں مر گیا یا مار ڈالا گیا۔

۵۔ اس فتح کے بعد ایران کے سرکشوں کو تباہ کرتا ہوا پھر سمرقند آیا اور وہاں چندے قیام کر کے چین کے فتح کرنے کو روانہ ہوا۔ لیکن یہ مہم پوری نہ ہونے پائی تھی کہ اس کو موت کا پیغام آگیا اور سب ساز و سامان چھوڑ کر اس جہان سے کوچ کر گیا۔

۶۔ اس میں شک نہیں کہ تیمور بڑا دلیر اور اولوالعزم سپاہی تھا اس کی طبیعت میں جس قدر چالاکی اور ہوشیاری تھی۔ اسی قدر دغا بازی اور مکاری تھی وہ رعایا پروری اور انتظام ملکی کے قاعدوں کو خوب

مغل سے ملایا تھا۔ اس میں یہ مصلحت تھی کہ اس کے ممالک مفتوحہ کا وارث بن جائے۔ چنگیز خاں سے سو برس بعد اس نے خروج کیا۔ اوّل بلاد ترکستان کو قبضہ میں لایا۔ پھر خراسان و فارس و عراق پر فتحیاب ہوا۔ پھر مغربی جانب کردستان و آرمینیہ کے صوبوں کو تسخیر کیا۔ اسی اثنا میں خبر لگی کہ ایران میں سرکشی و بغاوت پھیل گئی ہے یہ سُن کر مراجعت کی اور شہر اصفہان پر جو ایران کا دارالحکومت تھا۔ حملہ آور ہوا۔ وہاں اس قدر کشت و خون کیا کہ ستر ہزار سر مقتولین کے شمار کئے گئے۔

۲۔ بعد اس کے شمالی جانب متوجہ ہوا اور ملک روس پر یورش شروع کی۔ پورے نو برس تک اِن ملکوں کی فتوحات میں سرگرم رہا۔ آخر کار ایک محاربۂ عظیم میں دشمن کے تمام لشکر کو پامال کرکے کامل فتح حاصل کی وہاں سے فارغ ہوکر اپنے وطن میں آیا اور شہر سمرقند کو اپنا پائے تخت بنایا اور ملک ایران کا کامل انتظام کرکے پھر مغرب کی طرف کو باگ اٹھائی اور بغداد کو فتح کیا وہاں سے شمالی جانب کو رُخ کیا۔ اور گرجستان وکوہ قاف کے سرداروں کو اپنا مُطیع اور فرماں پذیر بنایا۔ بلکہ اس کوہستانی سلسلہ کو طے کرکے تمام جنوبی روس کو مغلوب کیا اور پھر سمرقند میں واپس آیا مگر اس کی جنگ جو، طبیعت کو شاہی محلوں میں کب چین آتا تھا۔ اس کو نو نئے ملکوں کی فتوحات اور لشکر کشی کا شوق تھا۔ قیام کے زمانے میں اپنے سرداروں اور سپہ سالاروں سے یہ ہی مشورہ کرتا رہا کہ اوّل ملکِ چین کو زیر کروں کہ ہندوستان کو؟

۳۔ بالآخر ہندوستان کا عزم قرار پایا۔ ہندوکش پہاڑ کو طے کرکے کابل میں آپہنچا اور بہت جلد پنجاب کے دریاؤں کو عبور کرتا اور بعض شہر ل

فولاد کی رگیں ہیں تو دل ہے ترا اٹل
گر سورما سجے کوئی میدان کا دھنی
جوشن، کہ چار آئنہ یا خود آہنی
حملے سے تیرے بچنے کو کافی نہیں مگر
اللہ رے تیرا حوصلہ! بل تیرا لے جگر
غرا کے شیر کرتا ہے جب جوش اور خروش
جنگل تمام ہوتا ہے سنسان اور خموش
پہچانتے ہیں جانور آواز شیر کی
اس ہول کی صدا سے دہلتا ہے سب کا جی
جاتی ہے ان کے پاؤں تلے سے زمیں نکل
ہیں بھاگتے کہ گویا تعاقب میں ہے اجل
اے شیر! گرم خطہ ہے تیرے لئے وطن
بیہڑ ہو، نیستاں ہو، جھاڑی ہو یا ہو بن
اے شیر! تو ہے شاہ، ترا تخت ہے کچھار
ہے کس کو تیرے ملک میں دعوائے گیر و دار

یاد کرو تلفظ اور معنی

پُوستین	حَرِیف	تعاقُب	جَلَال	نَیِسْتاں
بُزدِلی	چارآئِنہ	گیرودار	جَرِی	کچھار

(۲۵) تیمور

۱۔ تیمور اگرچہ ترک تاتاری تھا۔ مگر اس نے اپنا سلسلہ چنگیز خاں

خود درس و تدریس میں مشغول رہا اور ۶۲ برس کی عمر میں انتقال کیا۔

۷۔ ارسطو اگرچہ نیکی اور اخلاق میں اپنے استاد افلاطون کا ہم پلّہ نہ تھا مگر علم و فضل میں استاد پر فوق لے گیا تھا اسی واسطے حکماء نے اس کو معلم اوّل کا لقب دیا ہے۔

یاد کرو تلفّظ اور معنی

گِرامی	ظِلّ	کَفِیل	شُعَرَاء	دَستگاہ
اَوائِل	عَاطِفَت	لَعِب	فصَحا	خُدّام
مَسَائِل	فَاخِر	خِفَّت	سَامِعِین	مُخفی
عِلم طَبَعِی	مِنبر	التِفَات	تحسِین	مُشِیر
کُندۂ ناتراش	فُضلا	مُکرَّر	ذَکاوَت	عِلم الٰہی

(۲۴) شیر

از مؤلف

اے شیر! تیرے تن پہ ہے طاقت کا پوستیں
شاہی کے حق میں کوئی بھی ساجھی ترا نہیں
پیدا ہے تیرے رخ سے تری شوکت و جلال!
دل تیرا بزدلی و غلامی سے ہے بَری
پھٹکے نہ تیرے پاس کبھی خوف اے جری
تیرا حریف کون ہے؟ جو تو ہٹے پیچھے!
جھپکے نہ تیری آنکھ نہ گردن تری لچے
حق نے عطا کیا ہے تجھے زورِ بے خلل

چڑھ کر علمی مسائل بیان کرے لیکن نالیاقتی کے خوف اور مجمع فضلا کے رعب نے اس کا بدن تھرا دیا۔ یہاں تک کہ زبان سے ایک حرف بھی نہ نکلا اس وقت افلاطون نے اپنی خفت مٹانے کے لئے جلسہ کے روبرو شہزادہ کی پریشانی خاطر کا عذر کرکے اپنے شاگردوں کی طرف اشارہ کیا کہ تم میں کوئی ایسا ہے ؟ جو شہزادے کی طرف سے تقریر کرے ۔ لیکن سب خاموش !

۴ ۔ جب ارسطو نے مجلس کا یہ رنگ دیکھا تو وہ اپنے آقا کی جانب سے تقریر کرنے کو آمادہ ہوا اور افلاطون سے اجازت چاہی مگر اسکی درخواست پر کچھ التفات نہ ہوا۔ جب تک کہ اس نے مکرر عرض نہ کیا۔ غرض کئی بار التماس کرنے کے بعد اس کو اجازت ملی۔ تو وہ نہایت دلیری سے منبر پر چڑھا۔ اور ایسی عمدہ تقریر کی کہ سامعین دنگ ہوگئے اور سب نے تحسین وآفریں کی صدا بلند کی۔ یہ کیفیت دیکھ کر افلاطون نے بادشاہ کے حضور میں عرض کیا کہ میری تعلیم میں کچھ قصور نہ تھا۔ اِلّا قابلیت کے فرق نے خادم کو مخدوم بنا دیا۔

۵ ۔ القصہ ارسطو کی ذہانت ذکاوت دیکھ کر افلاطون نے اس کے حال پر نہایت توجہ کی ۔ اور اس کو علم اخلاق اور علم طبیعی اور علم الٰہی کی تعلیم دی یہاں تک کہ افلاطون کے تمام شاگردوں میں معزز و ممتاز ہوگیا۔ چنانچہ افلاطون کی رحلت کے بعد کوئی حکیم ارسطو کا ہمسر وہم رتبہ نہ تھا۔

۶ ۔ جب مقدونیہ کے بادشاہ فیلقوس کو اپنے بیٹے سکندر کی تعلیم و تربیت کے لئے اتالیق کی ضرورت ہوئی تو اس نے ارسطو کو اس بڑے کام کے انجام دینے کیلئے منتخب کیا۔ اور سکندر نے اس سے تعلیم پائی جب سکندر نے تخت نشین ہوکر ایشیا پر لشکر کشی کی ہے۔ تو ارسطو نے اسکے ساتھ جانے سے عذر کیا۔ اور اپنے ایک عزیز کو اس کا مشیر بنا کر بھیج دیا۔

۲۴ ارسطو

۱ ۔ ارسطو ملک یونان کے نامی گرامی حکماء میں سے تھا اس کو دنیا سے اُٹھے ہوئے ۲۲ سو برس ہو گئے۔ مگر اس کا نام ہنوز زندہ ہے۔ اس کے بچپن کے حالات سے نہ خود اس کو نہ اور لوگوں کو یہ توقع تھی کہ وہ دنیا کی تاریخ میں ایسا بڑا شخص ہوگا کیونکہ اوائل عمر میں والدین کے ظل عاطفت سے محروم ہو چکا تھا۔ کوئی ایسا مربی موجود نہ تھا جو اس کی تربیت کا کفیل ہوتا۔ اس لئے بچپن کا زمانہ لہو لعب میں گزرا۔ لیکن آٹھ برس کی عمر سے علمائے صرف و نحو کی شاگردی اختیار کی اور سترہ برس کی عمر تک شعرا و فصحا کی خدمت میں رہا اس کے بعد علوم حکمت کا شوق پیدا ہوا۔

۲ ۔ ان ایام میں افلاطون کا شہرہ تھا۔ مگر اس غریب کو اتنی دسترس کہاں تھی؟ کہ ایسے عالی رتبہ حکیم کے شاگردوں میں داخل ہو سکے۔ حسن اتفاق سے افلاطون کو ایک شہزادہ کی تعلیم کا کام سپرد ہوا۔ ارسطو نے اس شہزادہ کی خدمتگاری صرف اس غرض سے اختیار کی کہ افلاطون کی تعلیم سے فیض پانے کا موقع ملے۔ اگرچہ شہزادے کے اوقات درس میں خدام کے حاضر رہنے کی اجازت نہ تھی۔ کیونکہ اس عہد میں عام لوگوں سے علمی مسائل کے مخفی رہنے کا دستور تھا۔ مگر یہ علم کا شیدا کسی گوشہ میں لگا رہتا۔ اور افلاطون کا درس حرف بحرف سنتا اور یاد رکھتا۔ لیکن اس کا مخدوم ایسا کندہ ناتراش تھا کہ اُستاد کی تمام سعی اس پر رائیگاں جاتی تھی۔

۳ ۔ بالآخر شہزادہ کے امتحان کا وقت آیا۔ اور لباس فاخرہ پہنا کر مجمع علماء میں لایا گیا۔ دستور کے موافق استاد نے اجازت دی کہ بلند منبر کے اوپر

تجھ سے تھی مخلوق میں افسردگی — کون خوش تھا؟ جز گروہ اغنیا
میری آمد نے مساوی کر دیئے — راحت و آرام میں شاہ و گدا
کر دیا میں نے رگوں میں خوں رواں — ٹھنڈ سے شل ہو گئے تھے دست و پا
پھینک دی اب دلق کہنہ خلق نے — غلغلہ جو میری آمد کا سنا
رات کو رہتی تھی خلقت گھر میں بند — کر دیا اس بند سے میں نے رہا
ماری پھرتی تھیں بطیں پردیس میں — میں ہوئی ان کو وطن کی رہنما
میں نے حکمت سے چلائیں آندھیاں — تا بدل جائے مکانوں کی ہوا
میں سمندر سے اٹھاتی ہوں بخار — جس سے چھا جاتی ہے ملکوں پر گھٹا
چہرۂ گردوں کا یہ گرد و غبار! — ابر کے آنے کا دیتا ہے پتا
رات پر دن کو نہ کیوں ترجیح دوں — رات ہے تاریک دن ہے پُرضیا
ہے ہمیشہ ابتدا میری بہار — ہے سدا برسات میری انتہا
تھیں غرض دونوں کی تقریریں دراز — اور طولانی بیانِ ماجرا
سن کے دونوں کا قضیہ اور نزاع — ایک دانا نے کیا یوں فیصلہ
کچھ نہیں ہے اس میں جاڑے کا قصور — کچھ نہیں ہے اس میں گرمی کی خطا
جب حقیقت پر نہیں ہوتی نظر — یوں ہی رہتا ہے بہم شکوی گلا

ہے حرارت کی کمی بیشی فقط
ورنہ جاڑا کون؟ اور گرمی ہے کیا

یاد کرو تلفظ اور معنی

خُنک — مَوِیز — مِثل — ضِیا — نِزاع
حَضَر — خُود سِتا — دَلق — طُولانی — بَرَہنہ
اِنتِہا — اَغنِیا — تَرجِیح — قَضِیہ — شَکوی

میرے دم سے تندرستی بڑھ گئی — پائی مدت کے مریضوں نے شفا
ضعفِ معدہ کی شکایت مٹ گئی — بے دوا خود بڑھ گئی ہے اشتہا
گرم پوشاکوں نے پایا اب رواج — میں نے بخشا آن کر خلعت نیا
پستہ و بادام و انگور و مویز — میوہ ہر اک قسم کا بکنے لگا
تخم ریزی جنس اعلیٰ کی ہوئی — کھیت میں بویا گیا گیہوں چنا
عید کی سی دھوم ہے دیہات میں — پک گئی ایکھ اور کولھو چل پڑا
انس ہے محنت مشقت سے مجھے — کاہلی کو میں نہیں رکھتا روا
محنتی ہیں مجھ سے خوش ہیں ان سے خوش — کاہلوں کا میں نہیں ہوں آشنا
سن کے یہ باتیں ہوئی گرمی بھی تیز — اور جل کر یوں جواب اس کو دیا
آپ اپنے منہ میاں مٹھو نہ بن — خودستائی عیب ہے اور خود نما
اس کو ہوتا ہی نہیں حاصل کمال — جو کہ اپنے آپ کو سمجھے بڑا
باہنر تو سرکشی کرتے نہیں — بلکہ سر کو اور دیتے ہیں جھکا
تیری خودبینی ہوئی تجھ کو حجاب — خوبیوں کو میری سمجھا بدنما
تجھ سے عالم میں خزاں کا ہے ظہور — مجھ سے ہے فصلِ بہاری کی بنا
تو نے شاخوں کے لئے پتے کھسوٹ — تو نے پیڑوں کو برہنہ کر دیا
میرے آنے سے پھلے پھولے شجر — سبز پوشاک ان کو میں نے کی عطا
میں نے شاخوں میں لگائے برگ و بار — ورنہ تھا کیا ان میں لکڑی کے سوا
کھیت جاڑے بھر تو کچے ہی رہے — ہاں مگر میں نے دیا ان کو پکا
تو نے رکھے تھے بخیلوں کی طرح — برف کے تودے پہاڑوں میں چھپا
میں نے پگھلا کر کیا تقسیم انہیں — تاکہ پہنچے سب کو فیض و فائدا
خشک چشمے بھر گئے دریا چڑھے — دیکھ لے میرا کرم میری سخا

سے اجازتِ سفر نہ دیں تو ملول و بیدل ہونا یا ان کی ممانعت کے مقابلے میں اپنے ارادہ پر اصرار کرنا ہرگز نہ چاہیئے۔ کیونکہ یہ بات خلاف ادب ہے بلکہ جو کچھ وہ حکم دیں بخوشی خاطر اس کو تسلیم کرنا واجب ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

دَاُدونِند	شَلّاقُ	مُتَرَدّد	اَحبابُ	دَانی
آوارہ گرد	مُتابِعَتْ	مُقتضا	اَعِزّا	خانہ بدوش

(۲۲) جَاڑا اور گرمی — از مؤلف

ایک دن جاڑے نے گرمی سے کہا
ہے بجا گر کیجیئے میری صفت
میں جہاں میں ہوں زبس ہر دلعزیز
میرے آنے سے نہ ہو کیوں کر خوشی
چاندنی ہے بے کدورت بے غبار
رات گرمی کی تو کچھ ہوتی نہ تھی
میری آمد نے کیا شب کو دراز
لُو مسافر کا جھلس دیتی تھی منہ
اب ہوا بھی اور زمیں بھی سرد ہے
دھوپ کا ڈر ہے نہ لُو کا خوف ہے
سورج اب کترا کے جاتا ہے بکل
ہے حضر میں آج کل عیش و نشاط

میں بھی ہوں کیا خوب موسم واہ وا
ہے روا گر کیجیئے میری ثناء
مانگتے ہیں میرے آنے کی دعا
کیا خنک پانی ہے! کیا ٹھنڈی ہوا
آسماں ہے صاف نیلا خوشنما
دن کی محنت سب کو دیتی تھی تھکا
میرے آنے نے دیا دن کو گھٹا
اور زمیں تلوؤں کو دیتی تھی جلا
کھو دیا میں نے حرارت کا پتا
ان دنوں کی دھوپ ہے گویا غذا
فصلِ تابستاں میں تھا سر پر چڑھا
ہے سفر بھی ان دنوں راحت فزا

تب واقف اور بزرگوں سے مل جل کر سلام و دعا کے بعد رخصت ہو۔ اگر ایسے لوگوں سے رخصت ہوتا ہو جن سے پھر ملنے کی توقع نہ ہو تو اپنی تقصیرات کی معافی چاہے۔ نہ ان کو اپنی جانب سے ناخوش چھوڑے نہ خود ان کی طرف سے آزردگی دل میں لے کر چلے۔

۴۔ چہارم۔ اگر جاندار سواری پر اتفاق سفر ہو تو مسافر کو چاہیئے کہ جانور کی بھوک پیاس اور رنج و راحت کا ایسا ہی پاس و لحاظ رکھے جیسا کہ خود اپنا اس کی طاقت اور سکت سے زیادہ کام نہ لے۔ جتنا بوجھ بار بخوشی اٹھا سکتا ہو اس سے زیادہ نہ لادے جتنا تیز وہ چل سکتا ہو اس سے زیادہ تیز قدم چلانے کے لئے اس قدر ضرب و شلاق کرنا کہ جانور کو درد و اذیت پہنچے نہایت ظلم اور بے رحمی کی بات ہے۔ جانور جو ہمارے کاروبار میں معاون ہیں۔ وہ حقیقت میں نعمت الٰہی ہیں۔ اگر ہم ان کے ساتھ اچھا سلوک نہ کریں تو ہم خدا کی ناشکری اور اس کی نعمت کی ناقدری کرتے ہیں اور یہ بڑا گناہ ہے اگر مسافر کو کشتی یا ریل پر سفر کرنے کا اتفاق ہو تو دوسرے مسافروں کے حقوق کا لحاظ رکھنا واجب ہے۔ چڑھنے اترنے اور جگہ لینے میں ایسا طریقہ نہ برتے جس سے اوروں کو تکلیف پہونچے۔ بلکہ شریف آدمی ہم سفروں کی آسایش کا خیال اپنی آسایش سے زیادہ رکھتا ہے، غرض یہ ہے کہ اپنے حق سے دوسرے کو فائدہ اٹھانے دے تو مضائقہ نہیں۔ الّا دوسرے کے حق میں بلا رضامندی مداخلت نہ کرے۔

۵۔ پنجم۔ خادموں اور ملازموں کو بے دستوری آقا اور لڑکوں کو بے اجازت والدین یا مربیوں کے سفر کرنا جائز نہیں، اوّل ان سے اجازت حاصل کر لیں تب عزم سفر کریں۔ لیکن آقا و والدین یا مربی اگر کسی مصلحت

آداب سفر

۱ ۔ اوّل ۔ آدمی جس وقت عزم سفر کرے تو واجب ہے کہ اوّل جو معاملات دادوستد وغیرہ کے لوگوں کے ساتھ ہوں تو ان کا فیصلہ کر دے اس طرح ہرگز نہ چلا جائے کہ اس کے جانے سے کسی کا حرج ہو یا کسی کے کام میں خلل پڑے اگر کسی کی امانت اس کے پاس ہو تو پہنچا دے یا اس کا مناسب انتظام کر دے اگر صاحبِ عیال ہے تو اہل وعیال کے اخراجات کا معقول بندوبست کرجائے اور نیز اپنے واسطے اتنا سرمایہ بہم پہنچائے جو معمولی اور اتفاقی خرچ کے لئے کافی و وافی ہو کیونکہ سفر میں ایسا بھی موقع آپڑتا ہے کہ ہم سفروں کے ساتھ سلوک کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

۲ ۔ دوم ۔ مسافر کو چاہیئے کہ ایک لائق رفیق پیدا کرے تاکہ اثنائے سفر میں کوئی مصیبت و آفت پیش آئے تو اس رفیق سے اعانت ملے۔ اگر کئی شخص ہم سفر ہوں تو چاہیئے کہ ایک کو اپنا سالار و سردار بنالیں۔ اور سب اس کی رائے و حکم کی متابعت کریں۔ تاکہ آپس میں تفرقہ اور مخالفت پیدا نہ ہو۔ سفر میں اکثر مختلف صورتیں پیش آجاتی ہیں۔ جن میں مسافر متردد ہوتا ہے کہ کس کو ترک اور کس کو اختیار کرے۔ پس بہتر یہ ہے کہ ہر ایک مسافر جو کچھ اپنے نزدیک مصلحت سمجھے ظاہر کر دے۔ الّا فیصلہ ایک شخص کی رائے پر موقوف رکھیں۔ کیونکہ جس کام کا ذمہ دار ایک شخص خاص نہیں ہوتا وہ اکثر خراب و تباہ ہو جاتا ہے۔ سردار قافلہ ہمیشہ ایسا آدمی ہونا چاہیئے جو اس جماعت میں سب سے زیادہ خلیق سفر آزمودہ اور تجربہ کار ہو۔

۳ سوم ۔ جب آدمی آمادۂ سفر ہو تو مقتضائے آدمیت یہ ہے کہ اپنے

عبادت ہے اور اگر کسبِ دولت محض شان وشوکت دکھانے۔ شیخی جتانے یا عیش اڑانے کی نیت ہے۔ تو ایسا سفر ایک بلا ہے کیونکہ جس قدر دولت بڑھے گی۔ اسی قدر حرص پاؤں پھیلائے گی نتیجہ یہ ہوگا کہ کبھی طلب سے دل کو سیری نہ ہوگی۔ تمام عمر اسی رنج و کلفت میں کٹے گی اور جو مقصد ہے کبھی پورا نہ ہوگا۔ ایسا شخص اپنی عمر عزیز کو اس شے کی تحصیل میں کھوتا ہے جس سے نہ خود منتفع ہوتا ہے نہ دوسروں کو فائدہ پہونچاتا ہے۔

۵ ۔ پنجم۔ سفر سیر و تفریح کی غرض سے ہوتا ہے۔ تاکہ آدمی کے دل سے وہ کدورت و کلفت مٹ جائے جو گوشہ نشینی سے پیدا ہوئی ہو اور وہ کسل و ماندگی رفع ہو جائے جو کثرتِ کاروبار سے لاحق ہوئی ہو البتہ یہ سفر بھی سودمند ہے بشرطیکہ کبھی کبھی اور مناسب وقت ہو۔ ورنہ جن لوگوں کو خواہی نخواہی شہر بشہر اور ملک بملک پڑے پھرنے کی لت پڑ جاتی ہے وہ سفر سے کچھ نفع و فائدہ حاصل نہیں کرتے بلکہ ان کی آوارہ گردی کا باعث صرف کاہلی ہوتی ہے۔ وہ ایک جگہ جم کر بیٹھنا اور کسی مفید کام کے کرنے میں مشقت اٹھانا نہیں چاہتے وہ وحشی جانوروں کے مانند روز نیا دانہ نیا پانی پسند کرتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے آپ کو بھی مفت اذیت دیتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی ناحق تکلیف پہنچاتے ہیں۔ جہاں جاتے ہیں کسی سخی کریم مسافر نواز کی تلاش کرتے ہیں اور جب کچھ ہاتھ نہیں لگتا تو فاقہ کشی کی نوبت پہنچتی ہے پس ایسے مسافر حقیقت میں مسافر نہیں بلکہ آوارہ گرد خانہ بدوش ہیں۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

تکمیل	متبرک	صنع	رسم الخط	کسل
نکتہ	جبل	گوناگوں	عیال	منتفع
بہرہ مند	اقالیم	خلقت	تفریح	ناحق

تک انسان گھر میں بند رہتا اور اپنے اہل وطن کے سوا دوسروں کو نہیں دیکھتا اس وقت تک اپنی قوم اور اپنے وطن کے ہر ایک طور و طریق کو سب سے بہتر و برتر خیال کیا کرتا ہے۔ پس جو غفلت کا پردہ اس کے دل پر پڑا ہوا ہے وہ سفر کی برکت سے اُٹھ جاتا ہے اور دوسروں کے مقابلے سے اپنے عیب و نقص عیاں ہو جاتے ہیں۔ انسان نے جب اپنے عیب کو سمجھ لیا تو گویا مرض کو پالیا اور جب مرض کو پالیا تو پھر علاج کرنا چنداں دشوار نہیں۔ اس ارادہ اور اس نیت سے جو لوگ سفر کرتے ہیں وہ نیکی اور اخلاق کی دولت دوسرے ملکوں سے کما لاتے ہیں اور اس دولت سے اپنی ہی ذات کو بہرہ مند نہیں کرتے بلکہ اپنی قوم کو بھی مالا مال کرتے ہیں۔ پس نہایت مبارک ہے ایسا سفر اور نہایت متبرک ہیں ایسے مسافر۔

۳۔ سوم۔ سفر اس مقصد سے ہوتا ہے کہ انسان برّ و بحر میں دشت و جبل میں اور مختلف اقالیم میں عجائب صنع الٰہی کا مشاہدہ کرے اور گونا گوں جمادات اور رنگا رنگ نباتات اور نوع بنوع حیوانات کو نظر غور سے ملاحظہ فرمائے اور ان کی خلقت میں جو حکمتیں قدرتِ کاملہ نے رکھی ہیں ان کو پہچانے اس نیت سے سفر کرنا حقیقت میں اس خدائی تحریر کا مطالعہ کرنا ہے جو ہر ایک مخلوق کے چہرے پر مرقوم ہے اور وہ تحریر کسی قوم کی زبان اور کسی ملک کی رسم الخط کی پابندی نہیں ہے۔ اسی لئے ہر قوم اور ہر ملک کا باشندہ جو دل دانا اور چشم بینا رکھتا ہو۔ اس کو بے تکلف پڑھ سکتا ہے۔

۴۔ چہارم۔ تجارت اور حصولِ دولت کی غرض سے سفر کیا جاتا ہے دولت کی خواہش اگر اہل و عیال کی پرورش اور اہل خاندان کی خبر گیری اور اہل وطن کی امداد اور قوم کی فائدہ رسانی کے لئے ہے۔ تو یہ سفر طاعت و

ہجو تیری کیوں نہ سنتا میں بھلا
دل میں جو تھا کہہ دیا سب صاف صاف
راستی سے دے دیا سچا جواب
صدق تو ہے تیغ سے برندہ تر

میں تو خود ہاجی ہوں تیرا برملا"
بے تکلف بے تصنع، بے گزاف
نے دروغ و کذب سے کچا جواب
کر گیا حجاج کے دل میں اثر

بولا دونوں کو کیا میں نے رہا
اس کا حق ہے اور اس نے سچ کہا

یاد کرو تلفظ اور معنی

حَجَّاج نَاگُزِیر سَمَاع حَرفُ گِیر تَصَنُّع
جَبَّارْ سَقِیم مَانِع ہَاجِی گَزَافْ

(۲۱) سفر

۱۔ اغراض سفر۔ سفر پانچ اغراض کے لئے ہوتا ہے:۔
اوّل:۔ طلب علم کے لئے۔ پس جو علوم انسان کے لئے ضروری ہیں۔ ان کی تحصیل و تکمیل کے واسطے سفر اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر سفر سے ایک نکتہ بھی ایسا ہاتھ لگ جائے جو تمہارے علم میں افزائش پیدا کرے۔ تو سمجھ لو کہ مشقت سفر رائیگاں نہیں گئی۔ البتہ سفر سے اگر ایسا علم حاصل ہو جو انسان کے حق میں نافع نہ ہو تو وہ سفر لغو و بے سود ہے۔
۲۔ دوم۔ سفر اس منشا سے ہوتا ہے کہ آدمی اپنے عادات و اخلاق کو پہچانے کیونکہ جب آدمی دوسرے شہروں اور ملکوں کے باشندوں سے علی الخصوص جب غیر قوم کے لوگوں سے ملتا ہے تو ان کی طرز و روش کو دیکھ کر اپنے اور اپنے اہل وطن کے عیب و صواب سے اطلاع پاتا ہے۔ مگر جب

(۲۰) راستی نجات ہے

(از مولوی عبدالحکیم)

نقل ہے حجّاج خلق آزار تھا ۔۔۔ جور پیشہ تند خو، جبّار تھا
اک جماعت کو کیا اس نے اسیر ۔۔۔ اور سنایا حکمِ قتلِ ناگزیر
ایک نے ان میں سے کی فریاد و آہ ۔۔۔ "تجھ پہ میرا حق ہے دے مجھ کو پناہ"
"بولا وہ حق کیا ہے کہ ہم سے بیاں ۔۔۔ راستی ناراستی ہو تا عیاں؟"
عرض کی اس نے "فلاں تیرا عُدو ۔۔۔ کر رہا تھا نا ملائم گفتگو
تیری غیبت میں تجھے بے خوف و بیم ۔۔۔ کہہ رہا تھا سخت الفاظ سقیم
میں نے روکا تھا اسے اس کام سے ۔۔۔ غیبت و بدگوئی و دشنام سے
پس مرا حق تیرے ذمہ ہو گیا ۔۔۔ تو بھی کر اب قتل سے میرے حیا
بولا حاکم "لا کوئی اپنا گواہ ۔۔۔ صدق دعوے میں ہے ورنہ اشتباہ
ایک قیدی نے شہادت دی کہ ہاں ۔۔۔ سب درست و راست ہے اس کا بیاں
قصّہ یہ گزرا ہے میرے سامنے ۔۔۔ جو کہا اس مرد نیک انجام نے
سن کے اس سے صدق دعوے کا پتا ۔۔۔ پوچھا "تو نے کیوں نہ روکا تو بتا؟"
قتل اس کے تو نہ کیوں مانع ہوا ۔۔۔ کیوں سماعِ ہجو پر قانع ہوا
اپنے کانوں سے سنی ہجوِ امیر ۔۔۔ پھر ہوا تو کیوں نہ اس پر حرف گیر؟"
تب دیا قیدی نے یوں سچا جواب ۔۔۔ اور کیا حجّاج کی جانب خطاب
"اے ستمگر! اے جفا جو، زشت خو! ۔۔۔ تو مرا دشمن ہے میں تیرا عدو
میں نہ تیرا دوست ہوں نے خیر خواہ ۔۔۔ میں نہیں ہوں تجھ سے جویائے پناہ
میں نہیں تیرا ثنا گر مدح خواں ۔۔۔ کس لئے میں روکتا اس کی زباں
تجھ کو دشمن جانتا ہوں میں مدام ۔۔۔ میں تو خود بدگو ہوں تیرا لاکلام

ہے ثمر ہیں اس کے تاثیر حیات　　جس نے کھایا مرگ سے پائی نجات
موت آتی ہے ولے مرنا نہیں　　انقلاب دہر سے ڈرنا نہیں
وہ ثمر ہے مثمر عمر ابد　　کی بیاں تعریف یوں باشدومد
سُن کے طبع شاہ بھی شیدا ہوئی　　اس ثمر کی آرزو پیدا ہوئی
اور کیا ایک معتمد اپنا رواں　　بہر سیر کشور ہندوستاں
کی سیاحت اس نے تا اقصائے ہند　　سمت کشمیر و دکن بنگال و سند
تھا وہ سرگرم تفحص جا بجا　　کرتا تھا ہر آدمی سے التجا
اِس شجر کا مجھ کو بتلا دو نشاں　　ہے ثمر جس کا حیات جاوداں
لوگ ہنس دیتے تھے سن کر گفتگو　　کچھ نہ کام آتی تھی اس کی جستجو
چھان مارا گرچہ کل ہندوستاں　　دیکھ ڈالے باغ و راغ و بوستاں
روز و شب کرتا پھرا سیر بلاد　　پر نہ دیکھی کچھ کہیں شکل مراد
آخرش طے کر چکا سب کوہ دشت　　کی بہ مایوسی وطن کو بازگشت
جب چلا واپس براہ مستقیم　　مل گیا رستہ میں اک پیر علیم
حسب استفسار پیر رازداں　　کی مفصل وجہ غربت کی بیاں
سن کے سب احوال اور قطع اُمید　　اس طرح گویا ہوا پیر رشید
وہ شجر یاں علم ہے اے نامور!　　زندگانی بخش ہے جس کا ثمر
اے رسولِ بادشاہ خوش لقا　　عِلم سے ملتی ہے انساں کو بقا

یاد کرو تلفظ اور معنی

کِسریٰ　　اَبَد　　کِشوَر　　جَاوِدَاں　　اِستِفسَار
اِنقِلَاب　　شَدّ و مَد　　اَقصَا　　رَاغ　　رَشِید
[illegible]　　مُعتَمَد　　تَفَحُّص　　بَازگَشت　　لِقَا

معاون نہ بنا اس لئے شارپ کو خود قانون کا مطالعہ کرنا پڑا۔ مگر جب اسکی صدق نیت اور اس کارِ خیر کی خوبی عیاں ہوگئی تو چندذی لیاقت قانون داں بھی اس کے معین و مددگار بن گئے۔

۵ ۔ انجام یہ ہوا کہ شارپ کی مردانہ ہمت و استقلال نے رسم غلامی کو انگلستان سے نیست و نابود کرا کے چھوڑا۔ اور یہ قطعی فیصلہ ہو گیا کہ کوئی غلام ہو انگلستان کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی آزاد ہے۔ پھر اس جواں مرد عالی حوصلہ نے لوگوں کا زبردستی جلا وطن کیا جانا اور جزائر کو بھیجنا بھی موقوف کرایا۔ غلاموں کی آزادی کے لئے ایک بڑی سوسائٹی (مجلس) قائم کی۔ جس میں بہت سے جلیل القدر عمائد شریک ہوئے اور رفتہ رفتہ وہ خواہش جو اکیلے شارپ کے دل میں پیدا ہوئی تھی اہل انگلستان کا ایک مسلمہ مسئلہ بن گئی اور ۱۸۳۴ء میں قلمرو برطانیہ سے سارے غلام یک قلم آزاد کردیئے گئے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

اَواخِر	جَور	اِقتدار	نازِل	مُعین
اَکناف	جَفا	رِفاہ	تعدّی	جلاوطن
دُوردست	بِی زمانا	غُربا	مُحسن	جلیل القدر
فرار	رُوپوش	مَساکین	مُمِد	عَمائِد
مُشتہر	اِنسداد	سالِم	مُعاوِن	مُسلّمہ

(۱۹)	علم زندگی ہے	از مولوی عبدالحکیم

دی کسی نے شاہ کسریٰ کو خبر		ہند میں ہے طرفہ بار آور شجر

رحمدلی اور خدا ترسی کی راہ سے اس نے ظالمانہ رسم کے انسداد پر کمرہمت باندھی اور غلاموں کی آزادی کا بیڑا اٹھایا۔ شارپ کوئی بڑا دولت مند یا صاحب اقتدار آدمی نہ تھا۔ وہ عہد طفلی میں ایک پارچہ باف کے ہاں کام کرتا تھا پھر ایک دفتر میں محرر ہوگیا۔ مگر ابتدا ہی سے اس کو رفاہ خلائق کے کاموں میں سعی و کوشش کرنے کا شوق تھا اور اس شوق کے ساتھ دلیرانہ ہمت اور استقلال بھی رکھتا تھا۔

۳۔ غلاموں کی حمایت پر متوجہ ہونے کا باعث یہ ہوا کہ ایک روز شارپ صاحب نے ایک مصیبت زدہ اور بیمار و ناچار حبشی کو دربدر گدائی کرتے ہوئے دیکھا۔ اس کا ماجرا پوچھا تو معلوم ہوا کہ بے رحم مالک نے غضب ناک ہو کر اس کو ایسی سخت سزا دی تھی کہ پاؤں سے لنگڑا اور آنکھوں سے قریب قریب اندھا ہوگیا۔ جب کسی کام کا نہ پایا تو اپنے گھر سے نکالدیا شارپ کو اس کے حال زار پر بہت رحم آیا اور اپنے بھائی ولیم کے پاس جو غربا اور مساکین کا علاج کیا کرتا تھا بھیجدیا۔ چند روز میں ولیم کے حسن تدبیر اور معالجہ سے وہ صحیح اور تندرست ہوگیا تب شارپ صاحب نے اس کو ایک جگہ نوکر رکھا دیا۔

۴۔ اتفاقاً ایک عرصہ کے بعد اس کے مالک نے پہچان لیا۔ صحیح، سالم اور توانا دیکھ کر طمع دامنگیر ہوئی۔ یہاں تک کہ اس بے چارہ کو گرفتار کرا کے حوالات میں بھجوا دیا۔ جب یہ بلا نازل ہوئی تو اس نے اپنے محسن شارپ کے نام خط بھیجا۔ اس نے نہایت کوشش کر کے اس کو عدالت سے رہا کرایا۔ اسی طرح وہ اکثر مظلوموں کو ظالموں کے پنجے سے چھڑاتا اور قید و بند سے بچاتا رہا۔ لیکن مقدمات کی پیروی میں اوّل اوّل کوئی وکیل اس کا مدد

ہے مصیبت مال و دولت میں بڑی — موت کا کھٹکا ہے اس کو ہر گھڑی
ہیں اجل کو آپ کرتا یاد ہوں — بے غمی سے خُرّم و دلشاد ہوں
یہ بیاباں یہ سمندر یہ ہوا — گونجتی ہے ان میں قدرت کی نوا
کان سے کلّن کے لیکن دور ہے — اس سے یہ اور اس سے وہ مہجور ہے

زمزمہ قدرت کا ہردم ہے بلند
مست ہوں میں مجھ کو ہے یہ لے پسند

یاد کرو تلفّظ اور معنی

تارُ — چاق — بَہر — خُرّم — مہجُور
نعم — پلاس — اَجل — نوا — زمزمہ

(۱۸) غلامی کا انسداد

۱ ۔ اٹھارھویں صدی کے اواخر تک ملک انگلستان میں بھی رسم غلامی اس طرح جاری تھی جس طرح دنیا کے تمام اطراف و اکناف میں اسکا عام رواج تھا۔ اکثر آدمیوں کو جبراً گرفتار کر کے دُور دست جزائر میں جہاں مزدوروں کی ضرورت تھی روانہ کر دیتے تھے ۔ جس طور سے آجکل اسباب اور مویشی کی فروخت کے اشتہارات اخباروں میں چھپتے ہیں۔ اسی انداز سے لندن اور لیورپول کے اخبارات میں حبشی غلاموں کو بیع کا اشتہار مشتہر کیا جاتا تھا جو حبشی غلام مالک کے جور و جفا سے تنگ آکر فراری ہو جاتا تھا اس کی گرفتاری کے لئے انعامی اشتہار اسی طریقے سے جاری ہوتے تھے جیسے فی زمانہ روپوش مجرم کی نسبت ہوتے ہیں۔

۲ ۔ اس تاریک زمانے میں ایک شخص شارپ نام کھڑا ہوا۔

تھی وہ ماں اہلِ دل اور نیک منش نیک نہاد
یونہی ہر کام کا ہو جاتا ہے انجام بڑا
کبھی ادنیٰ حرکت زلزلہ بن جاتی ہے

ہنس کے فرمایا مری جان یہ نصیحت رکھ یاد
گو کہ آغاز میں ہوتا نہیں وہ کام بڑا
کبھی ناچیز سی ایک بات غضب ڈھاتی ہے

یہ ہی اندازِ نکوکاری و بدکاری ہے
اوّلاً خاص تھی اب عام میں وہ جاری ہے

یاد کرو تلفظ اور معنی

تمیز	لبِ آب	متحیّر	آشنا	منش
لہو	لبریز	مُحیط	شُعبدہ	نہاد
طِفلانہ	ظُرفہ	بسیط	شیدا	زلزلہ

(۱۷) ایک قانع مفلس — از مؤلف

سو ہزار ایکڑ ہے کلتن کی زمین
ملک میری ایک بھی ایکڑ نہیں

ہے محل اس کا نہایت شاندار
اور میرا جھونپڑا ہے تنگ و تار

اَن گنت ہے اس کی نقدی اور مال
ایک پائی کے لئے ہیں پائمال

اس کا رتبہ ہے بڑا عزت بڑی
میرے سر پر خاک ذلت کی پڑی

پر جہاں تک میری جاتی ہے نظر
ملک سب اپنی ہی آتی ہے نظر

لطف جو اس حال میں ہے بالیقین
دولت دنیا میں آدھا بھی نہیں

سُست ہے کلتن باایں ناز و نعم
میں ہوں چاق و چست ہر دم تازہ دم

واں امیرانہ ہے مخمل کا لباس
میں ہوں مفلس میری پوشش ہے پلاس

وہ ہے قیدی پائے بندِ ملک و مال
اور میں آزاد ہوں مثلِ خیال

ڈاکٹر ہیں واں بہرِ علاج
یاں نہیں ہے ایک کی بھی احتیاج

۵ ۔ غرض جو کام ہم کرتے ہیں ۔ جو لفظ ہم بولتے ہیں جو حرکت ہم کرتے ہیں جو بات ہم سنتے ہیں ۔ سب میں اثر ہے اور وہ اثر برابر پھیلتا جاتا ہے صرف ہماری ہی ذات پر محدود نہیں رہتا ۔ بلکہ ساری قوم کو اپنے رنگ میں رنگتا ہے ۔

یاد کرو تلفّظ اور معنی

ثَمَرہ	وَابَستہ	اَقوَال	مُنتَشِر	شَاہِد
کَائِنَات	بَشَر	دُوش	اَلفَاظ	مَحدُود

(۱۶) حکایت

از مؤلّف

ایک بچہ کہ ابھی کچھ اسے تمیز نہ تھی
لہو و بازی سے پسندیدہ کوئی چیز نہ تھی
کھیلنا، کودنا، کھانا یہی معمول تھا بس
انہیں طفلانہ تمنّاوں میں مشغول تھا بس
ایک تالاب تھا دو چار قدم گھر سے پرے
دل میں لہر آئی لب آب ذرا سیر کرے
صاف پانی سے جو تالاب کو پایا لبریز
کھیل کا شوق طبیعت میں ہوا اور بھی تیز
آس پاس اپنے جو پایا کوئی کنکر پتھر
پھینک مارا اسے پانی میں بہت خوش ہو کر
کھیل تھا پہلے تو اب طرفہ تماشا دیکھا
دل ہی دل میں متحیر تھا کہ یہ کیا دیکھا ؟
دائرہ ایک بنا ایسا کہ بڑھتا ہے محیط
گھیر لی جس نے کہ تالاب کی کل سطح محیط
پھر تو کھیل اسکا اسی شغل پر موقوف رہا
اسی نظارہ میں تا دیر وہ مصروف رہا
اسی اثنا میں ہوا بچہ کی ماں کا بھی گزر
بولا اماں ! مجھے آئی ہے عجب چیز نظر
جو نہ دیکھی نہ سنی تھی کبھی اس سے پہلے
شاید آئی ہے نظر مجھ کو ہی سب سے پہلے
اک ذرا سی حرکت اور یہ تاثیر عجیب
دائرہ بڑھ کے پہنچتا ہے کنارے کے قریب
بسکہ جی جان سے اس شعبدہ پر تھا شیدا
وسعت دائرہ کی اپنے عمل سے پیدا

کرسکتا کہ میرے قول و فعل کا کسی پر کچھ اثر نہیں۔ اس تمام کائنات میں کوئی کسی سے جدا نہیں سب ایک سلسلہ میں وابستہ ہیں۔ سب ایکدوسرے کے محتاج ہیں۔ پس ہر فرد و بشر اپنی بد اعمالیوں سے اور نیک اعمالیوں سے دنیا کی بدیوں اور نیکیوں کی تعداد بڑھا رہا ہے جس طرح اگلوں کے اقوال و افعال کا اثر ہم پر ہے۔ اسی طرح ہمارے اعمال کا اثر آئندہ زمانے میں آنے والی قوم پر ہوگا۔

۳۔ انسان ایک ثمرہ ہے جو سیکڑوں صدیوں کی سعی و کوشش سے تربیت پاکر اس حالت کو پہنچا ہے۔ گویا تمام نسلیں ایکدوسرے کے دوش بدوش کھڑی ہیں اسی طرح موجودہ نسلیں بھی قول و فعل کے سلسلہ کو آئندہ نسلوں میں جاری رکھیں گی پس کسی انسان کا کام فنا نہیں ہوتا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ اس کا جسم خاک ہوکر ہوا میں اڑجائے۔ اس کا ذرہ ذرہ ایسا منتشر ہو کہ کہیں پتا نہ ملے تاہم اس کے عمل نیک ہوں خواہ بد ہمیشہ اپنا اثر پیدا کرتے رہیں گے اگر انسان اس مضمون کو خوب سوچے تو معلوم ہو کہ اس کے ذمے کتنی بڑی جوابدہی ہے ایسے ہی غور و فکر کے بعد انسان اپنے نیک کاموں سے خوش اور بُرے کاموں سے خوفزدہ ہوسکتا ہے

۴۔ اس جہاں کے ایک ایک ذرہ میں انسان کی بھلائی برائی کا اثر موجود رہتا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ ہوا ایک کتب خانہ ہے جس میں ہر انسان کے الفاظ لکھے رکھے ہیں وہ کل وعدے جو وفا نہ ہوئے۔ وہ جملہ سخت الفاظ جو منہ سے نکالے گئے۔ وہ تمام گالیاں جو دی گئیں سب کا نقش ہوا میں موجود ہے۔ صرف ہوا ہی نہیں بلکہ زمین سمندر اور تمام اشیاء انسان کے افعال اور خیالات کی شاہد ہیں۔

رکھ کر اسے خار و خس کے اندر — پھونکیں لگے مارنے وہ بندر
لیکن ہوا فائدہ نہ کچھ بھی — اُٹھا نہ دھواں نہ آگ سلگی
کرتے رہے پھر بھی کام اپنا — چھوڑا نہ خیال خام اپنا
صحرا میں جو اور جانور تھے — وہ تجربہ کار اور باخبر تھے
سمجھانے لگے زِ روئے شفقت — یوں وقت کو رائیگاں کرو مت
اس کام سے کیجئے کنارہ — جگنو کو نہ جانئے شرارہ
سمجھانے سے وہ مگر نہ سمجھے — جب تک نہ ہوئی سحر نہ سمجھے
یاروں نے کہی تھی بات ڈھب کی — غرّا کے انھیں دکھائی بھبکی
ناداں رہے رات بھر اکڑتے — سر مارتے ایڑیاں رگڑتے
جب صبح ہوئی تو شک ہوا دور — شرمندہ ہوئے بہت وہ مغرور

سن لو نہ سنے گا جو نصیحت
ہوگا وہ اِسی طرح فضیحت

یاد کرو تلفظ اور معنی

رَاوی دَوا دوش شَبْ تاب خَار شَرارہ
جُوَیا خَلِش اَخگر خَس فَضِیحت

(۱۵) ثمرۂ اعمال

۱ ۔ انسان کا کوئی کام اور کوئی خیال ایسا نہیں ہے جو بے انتہا نتیجے پیدا نہ کرتا ہو۔ اعمال بد اور نیک دونوں ہمیشہ قائم رہتے اور اپنے ثمرے پیدا کرتے ہیں۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ ہم کو نظر نہ آئیں۔
۲ ۔ ذلیل سے ذلیل اور ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی بھی یہ دعویٰ نہیں

لوگوں نے مارپیٹ میں رکھا نہ کچھ ادھار
مرنے میں کیا رہا تھا مگر خیر ہو گئی
بھاگا دبا کے دُم تو بچی اس کی جان زار
چھپتی نہیں ہے بات بنائی ہوئی کبھی
آخر کو ہو کے رہتی ہے اصلیت آشکار
بچیو سدا تکلّف و ناراستی سے تم
کرتا ہے آدمی کو یہ شیوہ ذلیل و خوار
رستے کو راستی کے نہ زنہار چھوڑنا
ہوتا ہے راستی ہی سے انسان رستگار
جو بات تھی صلاح کی سو ہم نے دی بتا
آیندہ اپنے فعل کا ہے تم کو اختیار

یاد کرو تلفّظ اور معنی

سَہم طَیش شیوَہ خِمارُ زار رُستگار

بہم ا [illegible] **حکایت** ازمؤلف

[illegible] ہے اس طرح خبر دی
[illegible] جو سخت آزار
[illegible] روش کی
[illegible]
[illegible]

اِک شب لگی بندروں کو سردی
جویا ہوئے آگ کے وہ ناچار
پائی نہ کہیں دوا خلش کی
آخر اسے جان کر لیا داب
تنکے پتے کئے فراہم

۷ ۔ عمل کی سچائی یہ ہے کہ انسان اپنے کاموں میں تکلف اور بناوٹ نہ کرے۔ اپنی حالت کو اوروں کی نظر میں ایسی نہ دکھائے۔ جیسی کہ حقیقت میں نہیں ہے مثلاً کوئی شخص عالم نہ ہو اور عالموں کی سی طرز و روش اس غرض سے اختیار کرے کہ وہ لوگوں کے نزدیک عالم سمجھا جائے تو ایسا شخص گو زبان سے جھوٹ نہیں بولتا مگر عملاً کاذب ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

مَاضِی	نَظر	مَعْرکہ	خُلُوص	صَادِق
مُسْتَقْبِل	تَقْلِید	کِنَایہ	رِیَا	کَاذِبْ
وَالِدَین	ذُو مَعْنی	حَتّیَ الْمَقْدُور	پَس اَنْداز	عَمَلاً
مُرَبّی	مُتَکَلِّم	صَرِیح	تَذَبْذُب	رَوِش

(۱۳) ایک گدھا شیر بنا تھا — از مؤلف

پایا تھا اک گدھے نے کہیں پوستین شیر
سوچا کہ اس کی آڑ میں کچھ کھیلئے شکار
نادان اس کو پہن کے کھیتوں میں جا گھسا
دیکھا جو شیر سہم گئے اس سے کاشتکار
لیکن وہ اپنی بولی جو بولا تو کھل گیا
ہے شیر کے لباس میں پوشیدہ اک حمار
جب کھل گیا فریب تو پھر مارے طیش کے
لے لے کے اپنی لاٹھیاں سب پل پڑے گنوار
چاروں طرف سے گھیر کے لی خوب ہی خبر

کچھ اور ہوں اور سامع کچھ اور سمجھ جائے ۔

۳ ۔ اگر ایسا موقع آئے جہاں سچ بولنا مصلحت کے خلاف ہو. مثلاً معرکۂ جنگ میں بمقابلہ غنیم تو مناسب یہ ہے رمز و کنایہ سے بات کہے یا جواب دینے سے صاف انکار کرے ۔ صریح جھوٹ ہرگز نہ بولے. کیونکہ جب زبان سے ناراست بات نکلتی ہے تو دل کی راستی اور صفائی میں خلل واقع ہوتا ہے ۔

۴ ۔ نیت کی سچائی یہ ہے کہ انسان جس کام کا قصد کرے خلوص کے ساتھ کرے ۔ اس میں خود غرضی فریب یا ریا کا لگاؤ نہ ہو. مثلاً کوئی شخص خیرات کرنے کا ارادہ کرے اور اس کے دل میں یہ بھی خیال ہو کہ ایسا کرنے سے میری ناموری ہوگی تو وہ نیت کا سچا نہیں ہے. کیونکہ یہ ارادہ اس نے دوسروں کی فائدہ رسانی کے واسطے نہیں کیا. بلکہ اپنی ناموری کی غرض سے کیا ہے ۔

۵ ۔ ایک ارادہ کی سچائی ہوتی ہے. وہ یہ ہے کہ انسان جب کسی نیک کام کا ارادہ کرے تو پختگی کے ساتھ کرے اس میں ضعف تذبذب دو دل نہ ہو. مثلاً ایک شخص نے ارادہ کیا کہ اس کو اپنی سالانہ آمدنی سے ہزار روپے پس انداز ہوں گے تو فائدہ عام کے لئے ایک عمارت تعمیر کرائے گا. اگر یہ ارادہ اس کے دل میں پختہ ہے تو اس کا عزم صادق کہلائے گا. ورنہ کاذب ۔

۶ ۔ عہد کی سچائی یہ ہے کہ انسان نے جس کام کے پورا کرنے کا عہد کیا ہو حتی المقدور اس میں کوشش کرے اور جب تک اپنے عہد کو وفا نہ کرے سعی و کوشش سے باز نہ رہے ۔

کا پورا تھا لیکن وہ بخل نہ کرتا اور اپنی دولت کو کسی کارِ خیر میں صرف کر جاتا تو نہایت فخر کے لائق ہوتا۔

یاد کرو تلفظ و معنی

ثروت رفاقت انقلاب حمالی جدّ
عیاشی ولی نعمت درماندگی متموّل جہد
قدیم الخدمت نانِ شبینہ جزم تموّل فخر

(۱۲) سچّائی

۱ ۔ سچائی سے صرف یہ ہی مراد نہیں ہے کہ آدمی کوئی بات خلاف واقع نہ کہے۔ بلکہ سچائی کئی طرح کی ہوتی ہے جو شخص جملہ اقسام میں کمال رکھتا ہو وہی کامل سچا ہے ۔

۲ ۔ بات کی سچائی یہ ہے کہ کسی قسم کی دروغ گوئی نہ کرے نہ تو خبر کے بیان میں جو ماضی وحال سے متعلق ہو۔ اور نہ وعدے میں جو مستقبل سے منسوب ہو بلکہ یہاں تک تاکید کی گئی ہے کہ چھوٹے بچوں کو بہلانے یا کسی کام پر رضا مند کرنے یا مکتب بھیجنے کی غرض سے جو وعدے انکے والدین یا مربی کریں ۔ ان کو ضرور وفا کرنا چاہیئے ورنہ دو باتوں کا اندیشہ ہے۔ ایک تو وعدہ کرنے والے کے دل میں کجی اور ناراستی پیدا ہوتی ہے دوسرے بچے کو جھوٹ کی تعلیم۔ یعنی وہ بھی اس نظیر کی تقلید و پیروی کریگا اور دروغ گوئی اور وعدہ خلافی کو ایک معمولی بات سمجھے گا غرض بات کی سچائی کا کمال یہ ہے کہ ایسے کلام سے بھی پرہیز کرے جو ذو معنی ہو اور سننے والے کو دھوکے میں ڈالے یعنی متکلم کے نزدیک اس کے معنی

کمانے والوں نے جو کمایا بصد مشقت کئی برس میں
نہ مال و دولت کے فائدوں ہی سے کرکے محروم تم نے چھوڑا
بنایا بدعہد اور بے دیں، کھلائیں جھوٹی ہزار قسمیں
لگا کے حرص و طمع کا پھندا، سکھایا خود مطلبی کا دھندا
بنایا حق تلفیوں کا بندا، پھنسا کے تم نے ہوا ہوس میں
ہوئی نجیلوں کی کیا بری گت نہ پاس عزت نہ کچھ حمیت
نہ حوصلہ ہی رہا نہ ہمت، نہیں ہے فرق ان میں اور مگس میں
لٹا کے دولت کو اپنی مسرف ہوئے ہیں کیا کیا ذلیل احمق
کہ جیسے بے بال و پر کی چڑیا اسیر ہو گوشۂ قفس میں

یاد کرو تلفظ اور معنی

پھندا	ہوا	حمیت	مال	مگس
خود مطلبی	پاس	اسیر	قفس	حق تلفی

(۱۱) ہمّت

۱۔ ایک جوان تھا صاحب ثروت۔ مفت خوار اور بدرویہ دوستوں اور نالائق ہمنشینوں کی صحبت نے اس کو ایسا خراب خستہ کر دیا کہ تھوڑے عرصے کے اندر بہت سی جائداد عیاشی فضول خرچی اور سیر تماشے میں اڑا دی۔ نہ رہنے کو مکان رہا نہ چڑھنے کو سواری۔ قدیم الخدمت ملازموں نے چندے رفاقت کی۔ مگر جب دیکھا کہ ولی نعمت آپ ہی نان شبینہ کو محتاج ہیں تو وہ بھی ایک ایک کرکے چل دیئے۔ دغا بازیاروں اور کمینہ خصلت مصاحبوں نے تو پہلے ہی سے جب

حسن اعمال اور حصول کمال کا وسیلہ ہے اسی کو کفایت شعاری کہتے ہیں ورنہ کمی و بیشی صورت میں مال آفت وبال جی کا جنجال اور باعث زوال ہے۔

۹۔ مصارف ضروری میں کمی کرنا بخل کہلاتا ہے اور زیادتی کرنا اسراف یہ دونوں صورتیں اگرچہ ظاہرا ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اِلّا مآل دونوں کا ایک ہے اس لئے کہ مال خود مقصود اصلی نہیں ہے۔ بلکہ اصل مقصد وہ حاجات ہیں جو مال کے ذریعے سے پوری ہوتی ہیں۔ اور ان کا پورا ہونا بُخل اور اسراف دونوں میں معلوم پس یہ بھی بُرا اور وہ بھی مذموم ؎

بخیل اور مسرف ہیں محروم دونو
کہ دولت کو کرتے ہیں معدوم دونو

یاد کرو تلفظ اور معنی

کَسبْ	مَصَارِفْ	متعلّقین	مُستَحَقّ	مَعْدُوم
اُصُولْ	عُفُونَتْ	سِیر چشمی	رِفَاہ	حُسنِ اعمال
مَاتحتْ	مَصْرَفْ	اِتّحَاد	مَآلْ	اِسْرافْ
لَوازِم	قِلیل	دَستگیری	مَذْمُوم	مُسْرِفْ

(۱۰) بخیلی اور فضولی — از مؤلف

اری بخیلی! اور اے فضولی! تمہارا دونوں کا منہ ہو کالا!
گناہگاری کے تم ہو چشمے تمھیں سے نکلیں خرابیاں میں
تمھیں نے دم بھر میں سب گنوایا تمہیں نے سب خاک میں ملایا

بندوبست کچھ نہ کیا۔ یا تو اتنے سوراخ پیدا ہو گئے کہ اِدھر پانی آیا اُدھر نکل گیا۔ یا ایسا رُکا کہ اس میں عفونت اور بدبو پیدا ہو گئی۔ پس ہر انسان پر واجب ہے کہ بقدرِ ضرورت مصارف کے طریقوں کا بھی علم حاصل کرے۔

۴ ۔ پہلا ضروری مصرف یہ ہے کہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے خوراک۔ لباس اور مسکن مناسب حال بہم پہنچائے۔ اگر کوئی شخص اپنی ذاتِ خاص کے لئے مقدارِ قلیل پر قناعت کرے تو مضائقہ نہیں۔ اِلّا متعلقین کو اپنی پیروی پر مجبور نہ کرے۔ ان کے ضروری مصارف مناسب حال بفراغت دے۔ اسی کا نام سیر چشمی ہے۔

۵ دوسرا ضروری مصرف یہ ہے کہ عزیزوں قریبوں اور دوستوں کو ہدیہ و تحفہ دے۔ اور ان کے ساتھ سلوک کرے اگرچہ وہ دولت مند ہوں۔ کیونکہ اس طریقے سے محبّت و اتحاد کو ترقی ہوتی ہے۔ اسی کو مروّت کہتے ہیں۔

۶ ۔ تیسرا ضروری مصرف یہ ہے کہ جس قدر ہو سکے محتاجوں اور بیکسوں کی امداد اور دستگیری کرے۔ اسی کا نام سخاوت ہے۔

۷ ۔ چوتھا مصرف یہ ہے کہ ان لوگوں کا واجبی حق ادا کرے جو اس کی خدمت کرتے اور کاروبار میں مدد دیتے ہوں کیونکہ آدمی اپنے تمام کام اپنے ہی ہاتھ سے نہیں کر سکتا۔ پس جو خادم اس کا وقت بچاتے ہیں۔ وہ مستحق عوض ہیں۔

۸ ۔ پانچواں مصرف یہ ہے کہ بلا تعیّن رفاہ عام میں دے۔ مثلاً پُل مدرسہ۔ کنواں، شفا خانہ، مہمان خانہ وغیرہ بنائے جس سے عامّۂ خلائق کو نفع پہنچے۔ غرض مال کا استعمال مناسب و اعتدال کے ساتھ ہو تو

اغنیا کے دل کو گرماتی ہے تو — بخل اور خست سے شرماتی ہے تو
توہی سکھلاتی ہے انکو بذل مال — زخم خنجر ہے تجھے ردِ سوال

یاد کرو تلفظ اور معنی

دِلپذیر	حِجاب	مَذمّت	قُوت	خِسّت
عِصمَت	اِجتناب	عَرق ریزی	سکُوت	بَذل
پاک	سینہ سپَر	عَار	اَغنیا	خنجر

(۹) صَرف دَولَت

۱ ۔ ظاہرا مال و دولت کا حاصل کرنا مقصود سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت پر غور کرو۔ تو کسب دولت میں کوئی نفع نہیں بلکہ نفع جو کچھ ہے وہ اس کے باموقع صرف اور صحیح استعمال ہے۔

۲ ۔ دولت پیدا کرنے کے طریقے بہت ہیں۔ مگر ان میں سے تین اصول ہیں اور باقی ان کی شاخیں یا ان کے ماتحت ہیں پہلا طریق کاشتکاری، دوسرا صنعت، تیسرا تجارت ہے ان کے علاوہ جتنے پیشے اور کام ہیں وہ سب انہیں تین اصول کے لوازم ہیں۔

۳ ۔ ہر ایک طریقہ کے اختیار کرنے سے پیشتر اس کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ علم کے بعد اس کے عمل کی مشق واجب ہے۔ ہر ایک شخص انہیں طریقوں میں سے کسی نہ کسی کا علم و عمل سیکھتا اور دولت کماتا ہے مگر بہت کم ایسے ہیں جو مصارف کے اصول و قواعد بھی جانتے ہوں۔ اسی لئے اکثر آدمی باوجود دولت پیدا کرنے اور کمانے کے سخت مصیبتیں اٹھاتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے کہ پانی کی آمد کا راستہ تو بنا لیا۔ مگر نکلنے کا

یاد کرو تلفظ اور معنی

قریہ	منہدم	مُہمّات	بلاد	صدر
تسمیہ	شاق	شائستہ	مستحکم	صنّاع
لنگر	صادر	صلہ	اسلوب	ایوان

(۸)

حیا

از مؤلف

او حیا اے پاسبان آبرو
نیکیوں کی قوتِ بازو ہے تو

پاک دامانی پہ تجھ کو ناز ہے
کیا ہی تیرا دل پذیر انداز ہے

جب سمائی آنکھ میں تو مثل نور
بد نگاہی سے رہی وہ آنکھ دور

دامنِ عصمت کو تو رکھتی ہے پاک
ہے سدا جرم و گنہ سے تجھ کو باک

گر نہ ہوتا درمیاں تیرا حجاب
فعل بد سے کون کرتا اجتناب

خواہشوں کو جو نہ تو دیتی لگام
آدمی حیوان بن جاتے تمام

جب خطا کرتی ہے دل میں شور و شر
تو ہی بن جاتی ہے واں سینہ سپر

ذلت و خواری تجھے بھاتی نہیں
تاب رسوائی کی تو لاتی نہیں

تو مذمت کو سمجھتی زہر ہے
اور ملامت تیرے حق میں قہر ہے

مفلسوں کی ہے تو ہی پشت و پناہ
سوجھاتی ہے عرق ریزی کی راہ

گو تہی دستی کے ہو جائیں شکار
ہے مگر تجھ کو گدائی ننگ و عار

ہے ترے نزدیک مرجانا پسند
پر نہیں ہے ہاتھ پھیلانا پسند

اس قدر تجھ کو نہیں پروائے نان
جس قدر تو آن پر دیتی ہے جان

آبرو کھوتی نہیں از بہر قوت
لب پہ بن جاتی ہے تو مہر سکوت

کلکتہ میں کوٹھی تعمیر کی۔ تجارت کی بدولت آبادی روز بروز بڑھتی گئی۔ پھر جو گورنر آیا۔ آبادی کی ترقی اور تعمیر کی افزائش پر متوجہ رہا۔ چنانچہ کرنل کلایو نے پلاسی کی فتح کے بعد شہر سے کچھ فاصلے پر قلعہ کورٹ ولیم تعمیر کرایا اس کی ساخت اور طرز عمارت اس بلاد کے قلعوں سے نہیں ملتی نئے انداز کا اور نہایت مضبوط و مستحکم ہے۔

۴۔ خاص کر لارڈ ڈولزلی کے عہد گورنری میں اس شہر کا اسلوب نہایت خوب ہو گیا۔ ایک عمارت عالی شان منجانب کمپنی تعمیر ہوئی۔ غرض تجارت کی گرم بازاری اور انگریزی حکومت کا صدر مقام ہونے کے باعث ہر قسم کے اہل پیشہ صناع ساہوکار وہاں بکثرت آباد ہونے گئے اور اپنے اپنے مقدور کے موافق حویلیاں اور کوٹھیاں تعمیر کرائیں فی الحال یہ ہی شہر صوبہ بنگال کا دار الصدر اور کل ہندوستان کا دار السلطنت ہے۔ دریائے ہگلی کے دونوں کناروں پر اس کی آبادی ہے۔

۵۔ خاص شہر چھ میل طویل اور ڈیڑھ میل عریض ہے جس میں اہل فرنگ رہتے ہیں۔ وہاں مکان نہایت عالیشان اور سڑکیں بہت خوش قطع اور فراخ ہیں ایوان گورنری کے سامنے ایک بڑا وسیع میدان ہے اس میں کئی سڑکیں نکلی ہیں۔ جن پر صبح و شام اکثر صاحبان انگریز سیر و تفریح کے لئے سوار ہو کر نکلتے ہیں۔ دریائے ہگلی اس شہر کے متصل نصف میل کی چوڑائی میں بہتا ہے۔ اس کے کنارے کنارے پختہ سڑک اور مضبوط دیوار تعمیر کی گئی ہے۔ جہازوں اور کشتیوں سے مال تجارت اتارنے کے لئے چند گھاٹ بنے ہوئے ہیں۔ کل تعداد اس شہر کے باشندوں کی قریب آٹھ لاکھ کے ہے ٭

(۷)

کلکتّہ

۱۔ شہر کلکتہ زمانہ سابق میں ایک قریہ تھا۔ وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ کالی نام کا یہاں ایک بُت ہے۔ اور کتّا بنگلہ زبان میں صاحب کو کہتے ہیں۔ اس لئے گاؤں کالی کتّا مشہور ہوا۔ رفتہ رفتہ بکثرت استعمال نے کلکتہ بنا دیا۔

۲۔ عہد عالمگیری میں بڑا شہر بندر ہگلی تھا۔ اسی بندر میں تجارتی جہاز لنگر انداز ہوتے تھے اور اکثر تجارت پیشہ لوگوں کی یہاں سکونت تھی۔ چنانچہ انگریزی کمپنی کی کوٹھی بھی وہیں تھی اتفاقاً زمین کے دھنس جانے سے انگریزی کوٹھی منہدم ہوگئی۔ بہت سا مال و اسباب تلف ہوا۔ تب مسٹر چانک نے دوسرے مقام پر کوٹھی کی بنا ڈالی اور دو منزلہ سہ منزلہ عمارتیں بنانے کا ارادہ کیا۔ مغل تاجروں کو یہ امر شاق ہوا۔ انھوں نے فوجدار سے شکایت کی۔ اس نے صوبہ دار بنگلہ کو اطلاع دی۔ وہاں سے ممانعت کا حکم صادر ہوگیا۔ ناچار مسٹر چانک اپنا جہاز لے کر دکن کو چل دیا۔

۳۔ ان دنوں اورنگ زیب مہمّات دکن میں مصروف تھا۔ اور قحط عظیم کی وجہ سے بادشاہی لشکر کو سخت تکلیف ہو رہی تھی۔ کرناٹک کی کوٹھی کے انگریزی افسر نے بہت سا غلّہ اور سامان رسد لشکر شاہی کو پہنچایا اس خدمت شائستہ کے صلہ میں بادشاہ نے انگریزوں کو معافی محصول کی سند عطا فرمائی اور کوٹھی بنانے کی اجازت دے دی۔ تب مسٹر چانک شاہی فرمان لے کر بنگالہ کو واپس آیا۔ اور موضع

بس اب موچی فلاطوں سے یو نہیں کچھ ہوں تو ہوں کمتر
جہاں داری میں آج ایک ایک عامل ہے جم وکسریٰ
جہانگیری میں ہے اک اک سپاہی طغرل وسنجر
گئے وہ دن کہ تھے محدود کام انسان کے سارے
برابر تھا بئے کا گھونسلا اور آدمی کا گھر
یہ دورہ ہے بنی آدم کی روز افزوں ترقی کا
جو آج اک کام ہے اعلیٰ توکل ہے اس سے اعلیٰ تر
کوئی دن میں خسارہ سب سے بڑھ کر اس کو سمجھیں گے
کہ دو دن آدمی ٹھہرا رہے یاں ایک حالت پر
نہ تھا غیر از ترقی فرق کچھ اِنسان وحیواں میں
دیا ہے امتیاز انساں کو یہ تعلیم نے آکر

زمانہ نام ہے میرا تو میں سب کو دکھا دونگا
کہ جو تعلیم سے بھاگیں گے نام ان کا مٹا دونگا

یاد کرو تلفّظ اور معنی

صِناعَت	مُستَغنی	جَرّاح	یاوَر	کِسریٰ
نَجّار	بَکاوَل	کَحّال	تَربیت	طُغرل
گرم بازاری	مَطبَخ	مُنحَصِر	اِمتیاز	سَنجَر
عارِی	فَلسَفہ	سیر	مَحدُود	فلاطُون
بیطار	فَصّاد	مُہندِس	جَم	رُوز افزوں

جہاں علم تجارت میں نہ ماہر ہوں گے سوداگر
تجارت کی نہ ہوگی تا قیامت گرم بازاری
نہ آئے گی پسند ان نوکروں کی خدمت و طاعت
جنھیں پائیں گے آقا زیورِ تعلیم سے عاری!
اگر چاہیں گے کرنی آدمی گھوڑوں کی سائیسی
تو دینا ہوگا ان کو امتحاں علمِ بیطاری!
نہ مستغنی رہا دل علم سے اب ہیں نہ باورچی
ہوا ہے مدرسوں سے مطبخوں تک فلسفہ جاری
یقیں جانو کہ آیندہ ملے گی ورس گاہوں میں
گر آٹا پیسنے کو چاہیے ہوگی پسنہاری
کوئی پیشہ نہیں اب معتبر بے تربیت ہرگز
نہ فصّادی، نہ جرّاحی، نہ کحّالی نہ عطّاری

جہاں تک دیکھیے تعلیم کی فرماروائی ہے
جو سچ پوچھو تو نیچے علم ہے اوپر خدائی ہے

گئے وہ دن کہ تھا علم و ہنر انساں کا اک زیور
ہوئی ہے زندگی خود منحصر اب علم و دانش پر
کوئی بے علم روٹی سیر ہوکر کھا نہیں سکتا
نہ زرگر اور نہ آہنگر نہ بازی گر نہ سوداگر
مہندس چاہیے مزدور اب اور راج اقلیدس
بس اب دنیا میں بے علموں کا ہے اللہ ہی یاور
نہ پہنے گا کوئی جاہل کی شاید سی ہوئی جوتی

محو ہو گئے۔ مگر حسنِ باطن کب چھپا رہتا ہے۔ آخر جلوہ گر ہوا۔ اس وقت بادشاہ نے الیسپ کا یہ مقولہ یاد کیا ؎

ساغرِ زرّیں ہو یا مٹّی کا ہو اک ٹھیکرا
تو نظر کر اس پہ جو کچھ اس کے اندر ہو بھرا

یاد کرو تلفّظ اور معنی

مُوجِد	عُبرت	عَلّامہ	کلید	اِفترا
حیوانِ مُطلَق	گوناگوں	عَصر	دَلائل	نکتہ سنجی
حیوانِ ناطِق	غیظ	کریہہ المنظر	دَرس	زِیرک
ذِی رُوح	خصائل	بدقوارہ	تدریس	فراست
علی الخصوص	ذَکی	کوزہ پُشت	نِزاع	لقا
مؤثر	لطیف	نفور	تفرقہ	منغّص
تعالیٰ	ظریف	رموز	عِناد	محو

(۶) عِلم کی ضرورت

از مولانا خواجہ حالیؔ

گیا دورِ حکومت کا بس اب حکمت کی ہے باری
جہاں میں چار سو علم و عمل کی ہے عملداری
جنھیں دنیا میں رہنا ہے رہے معلوم یہ ان کو
کہ ہیں اب جہل و نادانی کے معنی ذلت و خواری
ضرورت علم و دانش کی ہے ہر فن و صناعت میں
نہ چل سکتی ہے اب بے علم تجارت نہ معماری

یہ کیا پکا لایا ؟ ایسپ نے نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا میں نے حضور ہی کے حکم کی تعمیل کی ہے ۔ دنیا میں زبان سے بہتر کوئی شے نہیں یہی تکہ بھر کی زبان رونق بزم کا سامان ہے ۔ یہی رموزِ علم کی کلید ہے یہی اظہارِ دلائل کی کل ہے ۔ اسی سے بستیوں کی آبادی عمل میں آتی ہے ۔ اسی سے حکومتیں قائم ہوتی ہیں ۔ اسی کی بدولت درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہے ۔ اسی کے وسیلہ سے وعظ و پند کا دروازہ کھلا ہے ۔ اسی کے ذریعے سے خدا کی شکر گزاری اور حمد و ثنا ہوتی ہے ۔ حکیم نے کہا "بہت بہتر" اور اپنے جی میں ٹھان لی کہ کل اس کو ٹھیک بناؤں گا ، اور اس کی حکمت کا مزہ چکھاؤں گا ۔

۵ ۔ اگلے دن پھر انھیں دوستوں کی دعوت کی اور حکم دیا کہ "آج بُرے سے بُرا کھانا پکاؤ" ایسپ نے کھانے کے وقت پھر وہی زبانیں لا رکھیں ۔ اور عرض کیا کہ "جناب عالی ! دنیا میں کوئی چیز زبان سے بدتر نہیں ۔ یہی دو انگشت کی زبان جنگ و جدل کا سامان ، نزع و تفرقہ کا نشان ، عناد و فساد کی بنیاد ، کذب و افترا کا آکہ ، فحش بکنے کا ذریعہ ، فضول گوئی کا وسیلہ اور اظہار حماقت کا سبب ہے ۔ یہ ہی بس کی گانٹھ اکثر خرابیوں کی جڑ اور بہت سے گناہوں کی اصل ہے " یہ معقول تقریر اور جواب باصواب سن کر حکیم خاموش ہو رہا ۔ اور سمجھ گیا کہ نکتہ سنجی اور زیرکی اسی شخص کا حصّہ ہے ۔

۶ ۔ رفتہ رفتہ ایسپ کی فہم و فراست کی شہرت بادشاہِ وقت کے کانوں تک پہنچی ۔ اس نے نہایت اشتیاق سے طلب کیا ۔ مگر جب لقائے شریف (ذات شریف) کو ملاحظہ کیا ۔ تو اس کی طبیعت ازحد منغّص ہوئی ۔ اور ساری خوبیاں اور اوصاف جو سنے تھے ۔ اسکے دل سے

اور ہر ادنیٰ اعلیٰ چیز سے حکمت سیکھے۔ اور عبرت حاصل کرے۔ جنس حیوان میں جو مختلف خواہشیں اور گوناگوں عادتیں نظر آتی ہیں۔ وہ انسان کو نیکی و بدی میں تمیز کرنے کی ہدایت کرتی ہیں۔ مثلاً" کتے کی وفا داری، شیر کی شجاعت، لومڑی کی مکاری، چیتے کا غیض و غضب، اونٹ کا حلم۔ یہ سارے خصائل جو انواع حیوانات میں موجود ہیں۔ اگر انسان ان سے نصیحت نہ حاصل کرے تو وہ حیوانوں سے بدتر ہے۔ چونکہ حقیقی دانائی اور انسانیت نہایت موثر طریقے سے اس دانشمند نے سکھائی ہے۔ اسی لئے زمرہ حکماء میں شمار کیا گیا۔

۳ ۔ یہ حکیم فرجیہ کا باشندہ فنون حکمت سے واقف نہایت ذکی و ذہین لطیف و ظریف، علامۂ دوراں اور یکتائے عصر تھا۔ مگر جس قدر اس کا باطن کمال و ہنر سے آراستہ تھا۔ اسی قدر اس کا ظاہر عیب و نقصان کی وجہ سے بدنما تھا۔ کریہہ المنظر بدقوارہ کوتاہ قامت کوزہ پشت بلکہ اسکی ہیئت انسانوں سے کچھ یوں ہی مشابہ تھی۔ علاوہ بریں مدت دراز تک بول چال سے بھی آشنا نہ تھا ان سب خرابیوں پر طرّہ یہ کہ وہ بیچارہ غلام بھی تھا جس سوداگر نے اس کو خریدا تھا وہ اس کی صورت سے بیزار اور صحبت سے نفور تھا۔ مگر اس گوڈر کے لعل کا کوئی گاہک نہ ملتا تھا۔ آخر ایک حکیم نے اپنی خدمت کے لئے خرید لیا۔

۴ ۔ ایک روز اس حکیم نے اپنے احباب کی ضیافت کی اور ایسپ کو نفیس و لذیذ کھانوں کی تیاری کا حکم دیا۔ جب کھانا دسترخوان پر چُنا گیا تو آقا کو معلوم ہوا کہ تمام رکابیوں میں زبانیں رکھی ہیں۔ اس نے نہایت برہم ہو کر کہا ارے کمبخت میں نے تو نفیس کھانوں کی فرمائش کی تھی۔ تو

یاد کرو تلفظ اور معنی

جاں نواز	تکیہ گاہ	ناکام	فروغ	توقع
دل سوز	شفیق	اساس	خرسند	غربت
سپر	دشت	دروغ	زربفت	مخمور

(۵) حکیم ایسپ کا بیان

۱۔ ایسپ اس طرزِ تعلیم کا موجد گنا جاتا ہے۔ جس کو وہ قصّے کہانیوں کے ذریعے سے عمل میں لاتا تھا۔ اس نے ایسی دلچسپ اور نصیحت آمیز کہانیاں بنائیں۔ جو ہر طبیعت کے موافق اور ہر دل کے مناسب ہیں۔ اس نے حیوانات مطلق کو ناطق اور نباتات اور جمادات کو ذی روح فرض کرکے ان کی زبان سے مطلب ادا کیا ہے اگرچہ اس کی کہانیوں میں رنگینی نہیں ہے۔ مگر وہ اخلاقی مضامین کی پوٹ ہیں۔ علی الخصوص بچوں کی طبیعت پر بغایت موثر ہوتی ہیں۔ اس طرز کو بڑے بڑے حکیموں اور منتظموں نے پسند کیا ہے۔ افلاطون کہتا ہے کہ حکیم سقراط نے ایسپ کی حکایتوں کو نظم کیا تھا۔ اور تاکید کرتا ہے کہ بچوں کو یہ کہانیاں ضرور سنانی چاہئیں۔ تاکہ ابتدائے عمر ہی سے حسن اخلاق اور اطوار نیک ان کے دل نشین ہو جائیں۔ فی الحقیقت اگر ایسپ کی حکایتیں مفید و پُراثر نہ ہوتیں تو وہ تمام قوموں میں نہ اس قدر رواج پاتیں نہ مقبول خاص و عام بنتیں

۲۔ اس کی تعلیم کا مقصد یہ تھا کہ خدائے تعالےٰ نے یہ رنگا رنگ کی مخلوق اس واسطے پیدا کی ہے کہ انسان اس کو نظر غور سے دیکھے۔

بڑا اور سفید ہالہ بالخصوص ایام سرما میں نظر آتا ہے۔ ہالہ کو دیکھ کر جو بارش کی پیشین گوئی کی جاتی ہے وہ درست ہے۔ کیونکہ بغیر ابر یا بخارات کے وہ نہیں بنتا۔ اور ابر و بخارات کی موجودگی البتہ دلیلِ باراں ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

قَوسِ قُزَح کَثِیف اِنحِراف تَرَشُّح مُحاذِی
دَرَخشاں جِرم مُعائِنَہ مُنحَرِف شاذ
مُنَوَّر شَفّاف نَظّارَہ حائِل تُنُک

از مولنا		(۴) اُمّید		خواجہ حالی

اے مری اُمید! میری جاں نواز
میری سپر اور مرے دل کی پناہ
عیش میں اور رنج میں میری شفیق
کاٹنے والی غمِ ایام کی
نیکیوں کی تجھ سے ہے قائم اساس
وعدہ ترا راست ہو یا ہو دروغ
وعدہ وفا کرتی ہے گو چند تو
آنے نہیں دیتی دلوں پر ہراس
جن کو میسر نہیں کملی پھٹی
تونے نہ چھوڑا کبھی غربت میں ساتھ

اے مری دلسوز! میری کارساز
درد و مصیبت میں مری تکیہ گاہ
کوہ میں اور دشت میں میری رفیق
تھامنے والی دلِ ناکام کی
تو نہ ہو تو جائیں نہ نیکی کے پاس
تونے دیئے ہیں اُسے کیا کیا فروغ
رکھتی ہے ہر ایک کو خرسند تو
ٹوٹنے دیتی نہیں طالب کی آس
خوش ہیں توقع پہ وہ زربفت کی
تونے اٹھایا نہ کبھی سر سے ہاتھ

نشۂ اُمید میں ہیں چور سب
ایک پیالے میں ہیں مخمور سب

پانی میں اور پانی کی بہ نسبت بلور یا کسی اور جرم شفاف سے گزرتے وقت اس کی سمت رفتار ترچھی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بلور وغیرہ کے ذرّے ہوا یا پانی کی نسبت نہایت پیوستہ اور باہم متصل ہیں۔ لیکن ساتوں رنگوں کا انحراف یکساں طور پر نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر ایک جُدا جُدا رستہ اختیار کرتی ہے۔

۲۔ اگر تم بلّور یا کانچ کا ایک مثلثی ٹکڑا آنکھ پر رکھ کر دھوپ کا معائنہ کرو تو ایک ہفت رنگ پٹکا سا نظر آئے گا۔ جس میں سُرخ نارنجی، زرد، سبز، آسمانی، نیلا، بنفشی، یہ سات رنگ باترتیب نمایاں ہوں گے۔ اسی قدرتی قاعدے کے بموجب آسمان میں قوسِ قزح جلوہ گر ہوتی ہے۔ یہ دلچسپ نظارہ صرف اس وقت ہوتا ہے کہ جب آفتاب پس پشت چمکتا ہو اور دیکھنے والے کے پیش نظر ترشح ہو رہا ہو۔ اس وقت شعاعیں قطرات باراں میں منحرف ہو کر دیکھنے والے کی آنکھ پر اس ترتیب سے پڑتی ہیں کہ ایک باقاعدہ رنگین قوس نظر آنے لگتی ہے۔ اگر زمین بیچ میں حائل نہ ہوتی تو پورا دائرہ بنتا جس کا مرکز ٹھیک مرکزِ آفتاب کے محاذی ہوتا یہ تماشا آبشاروں پر بھی جہاں پانی چادر ہو کر گرتا ہے۔ دیکھنے میں آتا ہے اور فوارہ یا پچکاری کے ذریعے سے بھی دکھا سکتے ہیں۔ کبھی کبھی دو اور شاذ و نادر تین چار قوسیں بھی نظر آجاتی ہیں۔

۳۔ جس طرح شعاعوں کی کج رفتاری قوس قزح کا تماشا دکھاتی ہے۔ اسی طرح شبِ ماہ میں ایک سفید یا رنگین روشن دائرہ قرصِ ماہ کے گرد اگرد نمودار ہوتا ہے۔ بشرطیکہ ہوا ابرِ تنک یا بخارات سے پُر ہو۔

کی قدر کرتے ہیں نہ دوسروں کے وقت کی، ان کے نزدیک وقت پر کام کرنا، یا وعدہ وفا کرنا کوئی چیز نہیں۔ وہ ریل پر سفر کرتے ہیں تو ایسے وقت اسٹیشن پر پہنچتے ہیں۔ جب کہ روانگی کی سیٹی ہو چکتی ہے۔ اگر ریلوے کے قواعد میں ان لوگوں کی رعایت بھی کی جاتی جو وقت کے پابند نہیں ہیں۔ تو یہی ریل گاڑی جو گھنٹے میں تیس چالیس میل طے کرتی ہے۔ چھکڑے، سے بدتر ہو جاتی۔ میں نے معتبر ذریعے سے سنا ہے کہ ایک ہمارے ہندوستانی امیرزادہ کو ریل کی سواری محض اس وجہ سے ناپسند تھی کہ اس میں وقت کی پابندی بہت ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

مُہذّب	شَاکِی	خِسارہ	مَعصِیَت	وُسعَت
سِیرَت	تضیع	زبُوں	نِگراں	بَرکت
بینوا	زَوال	مُعطّل	تَندِہی	اِنصِرام
مَفلُوک	زیاں	مَیلان	تقاضا	تفریح
عَدیمُ الفُرصَتی	مَشغَلہ	صَلاحِیَت	بالعَکس	مُعتَبَر

(۳) قوسِ قزح اور ہالہ

۱۔ ہم روشنی کو ایک سادہ یا غیر مرکب خیال کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ سفید شعاع جو آفتاب درخشاں یا کسی اور جسم منوّر سے نکلتی ہے۔ وہ سات مختلف رنگوں سے مرکب ہوتی ہے۔ شعاع کا یہ خاصہ ہے کہ جب وہ کسی کثیف شے میں ہو کر گزرتی ہے تو بقدر کثافت اس کی رفتار میں کمی پڑ جاتی ہے۔ چنانچہ ہوا کی بہ نسبت

وعادت بن جاتی ہے اور بغیر اس طریقۂ کار گزاری کے ان کو چین ہی نہیں آتا۔ جب عین وقت پر کام کر لینے کی عادت پڑ جاتی ہے تو وقت میں بڑی وسعت و برکت معلوم ہوتی ہے۔ اور ایک کام کے انصرام کے بعد دوسرے کام کرنے کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ ایسا شخص بہت سے کام انجام دے چکتا ہے۔ پھر بھی اس کو سیر و تفریح کے لئے خواب و آرام کے لئے دوستوں کی ملاقات کے لئے فرصت مل جاتی ہے۔ برخلاف اس کے جو آدمی وقت کے پابند نہیں ہوتے وہ کام کے کرنے میں سستی اور کاہلی کرتے ہیں۔ اور اس خراب عادت کی وجہ سے وقت گزر جاتا اور کام بدستور رہتا ہے۔ اور جب کام کرتے ہیں تو ان کو اپنا وقت کم اور کام زیادہ معلوم ہوتا ہے اس لئے وہ اکثر تنگی وقت سے نالاں رہتے اور عدیم الفرصتی کا گلہ کرتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے اپنے وقت کو قطع و برید کر کے تنگ بنا لیتے ہیں۔

۶ ۔ مشغلہ اور حرکت میں خدا نے ایک یہ بھی برکت رکھی ہے کہ شاغل اور محنتی آدمی کے خیالات میں ہمیشہ نکوئی اور صلاحیت بڑھتی جاتی ہے۔ وہ قانع، سخی، منصف، دیانت دار، شکر گزار، اور با ادب ہوتا ہے۔ وہ اپنے اوقات کو بھی عزیز رکھتا ہے۔ اور دوسروں کے اوقات میں خلل انداز نہیں ہوتا ہے۔ اگر وہ کسی سے وقت معین کا وعدہ کر لیتا ہے تو اس وعدے کو بھی وفا کرتا ہے۔ وہ دوسروں کو انتظار کی تکلیف حتی المقدور نہیں ڈالتا۔ اب بیکاروں اور کاہلوں کے حالات پر غور کرو۔ تو معاملہ بالعکس نظر آتا ہے نہ وہ اپنے وقت

حساب کرے تو ان کی مقدار مہینوں بلکہ برسوں تک پہنچتی ہے۔ اگر اس سے کہا جاتا کہ تیری عمر سے دس پانچ برس کم کر دیئے گئے تو یقیناً اس کو سخت صدمہ ہوتا۔ لیکن وہ خود معطل بیٹھا ہوا اپنی عمر عزیز کو برباد کر رہا ہے۔ اس کے زوال و فنا پر کچھ افسوس نہیں کرتا۔

۴۔ اگرچہ وقت کا بیکار کھونا عمر کا کم کرنا ہے۔ مگر ایک یہ ہی نقصان ہوتا تو چنداں غم نہ تھا۔ کیونکہ دنیا میں سب کو عمر طویل نصیب نہیں ہوتی۔ لیکن بہت بڑا زیاں و خسارہ جو بیکاری اور وقت ضائع کرنے سے ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ بیکار آدمی کے خیالات ناپاک اور زبوں ہو جاتے ہیں۔ طمع، حرص، ظلم، حق تلفی، نافرمانی اکثر وہی اشخاص کرتے ہیں جو معطل اور بیکار رہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کچھ نہ کچھ کرنے کے واسطے بنایا گیا ہے۔ جب اس کی طبیعت اور اس کا دل و دماغ نیک اور مفید کام میں مشغول نہیں ہوتا تو بالضرور اس کا میلان بدی اور معصیت کی طرف ہو جاتا ہے۔ پس اگر آدمی، آدمی بننا چاہتا ہے تو سب کاموں سے مقدم کام اس کے واسطے یہ ہے کہ اپنے وقت کا نگراں رہے۔ ایک لمحہ فضول نہ کھوئے۔ ہر کام کے لئے ایک وقت اور ہر وقت کے لئے ایک کام مقرر کرے۔

۵۔ جو لوگ وقت کے پابند ہوتے ہیں۔ وہ اپنے کام کو تندہی اور چستی سے کرتے ہیں۔ ان کو کام کے انجام دینے کا خیال لگا رہتا ہے کسی دوسرے کے تقاضے اور تاکید کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ خود ان کی طبیعت ان کو مجبور کرتی ہے۔ کہ عین وقت پر اور مقررہ مہلت کے اندر کام سے فراغت حاصل کرو۔ یہ چستی ان کی خصلت

(۲۲) وقت سرمایہ ہے

۱ ۔ یہ وہ سرمایہ ہے جو ہر شخص کو قدرت کی طرف سے عطا ہوا ہے ۔ جو لوگ اس سرمایہ کو معقول طور سے کام میں لاتے ہیں وہی عیش جسمانی اور مسرت روحانی حاصل کرتے ہیں ۔ اسی کی بدولت ایک وحشی آدمی مہذب انسان اور مہذب انسان فرشتہ سیرت بن سکتا ہے ۔ اسی کی برکت سے جاہل ، عالم ، مفلس ، تونگر اور نادان تجربہ کار ہو سکتا ہے ۔ اطمینان ، خوشی اور آرام انسان کو ہرگز میسر نہیں ہوتا جب تک وہ مناسب طریقے سے صرفِ اوقات نہیں کرتا ۔

۲ ۔ وقت بے شک ایک دولت ہے جو کوئی اس دولت کو بے اندازہ اور بے حساب خرچ کرتا ہے وہ روز بروز بینوا اور تہی دست اور مفلوک ہو جاتا ہے ۔ وہ جب تک زندہ رہتا ہے ہمیشہ رنجیدہ و پریشان اور زمانے کا شاکی رہتا ہے ۔ موت بھی اس کو اس پشیمانی اور اندوہ سے نہیں چھڑا سکتی ۔ بلکہ اس کے حق میں موت کا آنا گویا مجرم کے لئے گرفتاری کا پروانہ ہے ۔ وہ جس طرح جیتے جی قسمت و تقدیر کو جھینکتا رہا ۔ اسی طرح مرنے کے بعد وقت گذشتہ اور عمر رفتہ کے حسرت واندوہ میں رہے گا ۔

۳ ۔ سچ یہ ہے کہ وقت ضائع کرنا بھی ایک طرح کی خودکشی ہے فرق اتنا ہے کہ خودکشی ہمیشہ کے لئے زندگی سے محروم کر دیتی ہے ۔ اور تضیع اوقات ایک محدود زمانے تک زندہ کو مردہ بناتی ہے ۔ یہ ہی منٹ گھنٹے اور دن جو غفلت اور بیکاری میں گذر جاتے ہیں ۔ اگر آدمی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اُردو زبان کی

پانچویں کتاب

خدا رزاق ہے

از مولوی عبد الحکیم

اے خدا تو خالق و رزاق ہے
اے خدا تو رزاق و خلاق ہے

تیری خلاقی تحیّر خیز ہے
تری رزاقی عجب انگیز ہے

آبِ صافی بن کے شکلِ ابرِ تر
ہے برستا قطرہ قطرہ خاک پر

خاک کو بخشی رطوبت آب نے
اور حرارت مہرِ عالم تاب نے

پھر ہوا بھی ہوگئی ان میں شریک
ہوگئی آمیزش ان چاروں کی ٹھیک

رفتہ رفتہ مختلف اطوار سے
شکل تو پیدا ہوئی ان چار سے

کیا وہ نوزادۂ خاکی تبار
دیکھ لو سطحِ زمیں پر سبزہ زار

گرمی و سردی و خشکی و تری!
ہے اسی ترکیب سے کھیتی ہری

راس آئی بادِ ایامِ بہار
ہوگئی پُر خوشہ و پُر برگ و بار

وہ طراوت و نزاکت رنگ و روپ
لے گئی سب فصلِ تابستاں کی دھوپ

جمع مالک نے کیا پھر کاٹ کر
صورتِ خرمن ہوئی اب جلوہ گر

یہ بھی اک صورت ہے اوّل سے جدا
آج کے حالات ہیں کل سے جدا

یا تو وہ صورت تھی یا یہ حال ہے
زیرِ سُمِ گاؤ خر پامال ہے

تاکہ ادنیٰ کو کریں اعلیٰ سے دور
ہے یہی منشائے احکامِ شعور

فہرست مضامین